رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا الہام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ کوئیم باتو کرا کی چ... وا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت سالانہ

نمبر (۳۴) | دار الامان قادیان مورخہ ۳۰ - ستمبر ۱۹۰۴ء عیسوی | جلد (۸)

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

(گذشتہ اشاعت کے سلسلے میں)

(تیسرا نمبر)

لیکن اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر بہت ہی بڑا تھا کیونکہ سب سے اوّل تو اپنی ہی قوم آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مخالف ہوگئی اور ایذارسانی کے درپے ہوئی) - اور پھر عیسائی بھی دشمن ہوگئے۔ جب انکو بتایا گیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام صرف ایک خدا کے بندے اور رسول تھے تو انکو آگ لگ گئی کیونکہ وہ تو ان کو خدا بنائے بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر حقیقت کہدی۔ یہہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جسکو خدا بنا لیتا ہے اور اپنا معبود مانتا ہے اسکا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا بلکہ پھر اسکو چھوڑنا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے - عیسائیوں کا یہہ اعتقاد پختہ ہوگیا ہوا تھا اسلئے جب اوہوں نے سنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے مصنوعی خدا کو انسان بنا دیا تو وہ دشمن جان بن گئے اور اسیطرح یہہ یہودیوں میں بہت سی مشرکانہ رسومات پیدا ہوگئی تہیں اور وہ حضرت مسیح کا بالکل انکار کرتے تھے جب انکو متنبہ کیا گیا تو وہ بھی مخالفت کے لئے اُٹھہ کھڑے ہوئے

وہ تو حضرت مسیح کو معاذ اللہ مکّار اور کذّاب کہتے تھے بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بتایا کہ تم انکو کذّاب کہنے میں خود کذّاب ہو۔ وہ خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ نبی ہے - اسکے علاوہ انکی مخالفت کی ایک بڑی بھاری وجہہ یہہ ہوئی کہ وہ اپنی بے وقوفی اور کم فہمی سے یہہ سمجھے بیٹھے تھے کہ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے آئیگا - کیونکہ توریت میں جیساکہ سنت اللہ ہے آخری نبی کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے جس سے اونکو یہہ خبط پیدا ہوگیا تہا - وہاں لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے - وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی کر بیٹھے حالانکہ اس سے مراد بنی اسماعیل تھی پس جب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوٰی سنا کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں تو اون کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور جو کچھہ وہ توریت کی اس پیشگوئی کے موافق سمجھے بیٹھے ہوئے تھے وہ غلط قرار دیا گیا اس سے ان کے آگ لگی اور وہ مخالفت کے لئے اٹھہ کھڑے ہوئے۔

پیشگوئیوں کے متعلق سُنت اللہ

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں میں سنت اللہ یہی ہے کہ اون میں خفا اور ابتلا کا بھی ایک پہلو ہوتا ہے - کیونکہ اگر یہہ پہلو نہ رکھا جاوے تو پھر کوئی اختلاف ہی نہ رہے اور سب کا ایک ہی مذہب ہوجاتا - مگر خدا تعالےٰ نے انبیاء کے لئے ایسا ہی چاہا ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک ابتلا کا پہلو رکھدیتا ہے کوتاہ اندیش - ظاہر پرست اس پر اڑجاتے ہیں اور اصل مقصد سے دور جا پڑتے ہیں - اسی طرح پر ان یہودیوں کو یہہ مشکل پیش آئی کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشکل میں پڑ گئے - اگر توراۃ میں وہ پیشگوئی صاف الفاظ میں ہوتی کہ آنیوالا نبی بنی اسماعیل میں سے ہوگا اور اسکا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوگا اسکے باپ کا نام عبد اللہ بن عبد المطلب ہوگا۔ اور اسکی ماں کا نام آمنہ ہوگا تو یہودی کیونکر انکار کرتے؟ مگر انکی بدقسمتی سے پیشگوئی میں ایسی صراحت نہ تھی وہاں لکھا تھا کہ تیرے بھائیوں میں سے وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی سمجھتے رہے۔

الیاس اور مسیح کی آمد ثانی کا فیصلہ

ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو ٹھوکر لگی تہی - ملاکی نبی میں حضرت مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کے آنے کی پیشگوئی درج ہے - جب حضرت مسیح آگئے اور اونہوں نے دعوی کیا تو یہودی مخالفت کے لئے اٹھہ کھڑے ہوئے کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے - اس لئے وہ انکار کرتے تھے چنانچہ اونہوں نے خود حضرت مسیح سے یہی سوال کیا کہ الیاس کا آنا جو مسیح سے پہلے ضروری ہے وہ کہاں ہے؟ حضرت مسیح نے کہا کہ آنے والا الیاس آگیا ہے یعنی وہ یوحنا ابن ذکریا کے رنگ میں آیا ہے چاہو تو قبول کرو مگر یہہ بات انکی تسلی کا موجب کیونکر ہوسکتی تھی وہ اسبات پر اڑے رہے کہ وہاں کسی مثیل کے آنے کی خبر تو دی نہیں گئی وہاں تو خود ایلیا کے آنے کا وعدہ ہے اس بنا پر وہ انکار کرتے رہے اور دکھہ اور تکلیفیں بھی پہونچاتے رہے - یہانتک کہ اب بھی یہودی یہی یقین رکھتے ہیں میرے پاس ایک فاضل یہودی کی کتاب ہے اس نے اس مسئلہ پر ایک لمبی بحث کی ہے - اور لکھا ہے کہ ہم اس مسیح کو کیونکر قبول کرسکتے تھے جبکہ اس سے پہلے ایلیا نہیں آیا یہہ شخص جو یسوع مسیح ہونے کا دعوٰے کرتا ہے اسکا دعوٰے بناوٹی اور جھوٹا ہے کیونکہ وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کی جھوٹی تاویل کرتا ہے ہم اسکے خالہ زاد بھائی یحیٰی کو کیونکر ایلیا سمجہہ لیں پھر وہ لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ ہم کسطرح پر اس شخص کے دعوٰے کو تسلیم کرلیں جبکہ ہمیں یہ خبر دی گئی تہی کہ پہلے ایلیا آئیگا اس میں کسی مثیل کا وعدہ نہیں کیا گیا آخر میں کہتا ہے - کہ اگر خدا تعالےٰ نے قیامت کو ہم سے سوال کریگا کہ کیوں اس مسیح کو قبول نہیں کیا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب کہول کر اسکے سامنے رکھدینگے۔

اس قسم کے مشکلات ان لوگوں کو کیوں پیش آئے؟ اسکی وجہہ بجز اسکے کچھہ نہیں کہ اونہوں نے خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں پر غور نہیں کیا اور ظاہر الفاظ پر اڑے رہے -

اسی قسم کے مشکلات اس وقت مسلمانوں کو پیش آئے ہیں لیکن اگر غور کیا جاوے تو اِن کی سامنے

تو کوئی نظیر اور فیصلہ موجود نہ تھا لیکن انکے سامنے تو دوبارہ آنیکا مقدمہ فیصل شدہ موجود ہے جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدالت سے فیصل ہو چکا ہے - انہوں نے تاویل کرکے بتا دیا تھا کہ دوبارہ آنے والے شخص سے مراد وہی نہیں ہوتا - پھر کس قدر افسوس ہے ان پر کہ یہ اس فیصلہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے لا یلدغ المومن من جحر واحد - یہودیوں نے جس پتھر سے ٹھوکر لی اور وہ [illegible] ہو گئے اسی پتھر سے یہ ٹھوکر کھاتے ہیں ؟ یہودی اسوقت دنیا میں موجود ہیں انکی کتابیں موجود ہیں ان سے دریافت کر لو کہ کیا انکا یہ عقیدہ تھا یا نہیں کہ مسیح سے پہلے الیاس آئیگا ؟ اور ملاکی نبی کی کتاب میں پیشگوئی درج ہے یا نہیں ؟ اور پھر عیسائیوں سے پوچھو اور انجیل میں اس فیصلہ کو پڑھو جو مسیح نے خود کیا ہے - [illegible] ان مسلمانوں نے اس سے کیا سبق سیکھا یہود کی عقیدہ [illegible] واصل جہنم ہوئے [illegible] کیا یہ بھی یہی چاہتے ہیں ؟ میں حیران ہوتا ہوں کہ ان عقلوں کو کیا ہو گیا اگر حضرت مسیح کا وہ فیصلہ جو انہوں نے الیاس کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے صحیح نہیں ہے تو پھر یہ جواب دیں کہ حضرت مسیح سچے پیغمبر کیسے ٹھہر سکتے ہیں - کیونکہ اس میں تو کوئی کلام اور شبہ ہی نہیں کہ ان کے آنے سے پیشتر الیاس کا آنا ضروری تھا اور الیاس آسمان سے نہیں آیا پھر حضرت مسیح کیونکر سچے نبی ٹھہر سکتے ؟ اس عقیدہ فاسدہ سے یہی نہیں کہ یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی رسالت سے انکار کرنا پڑے گا - بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی معاذ اللہ ہاتھ سے جائیگی کیونکہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی آمد اور بعثت حضرت مسیح کے بعد ہے اور جب ابھی تک مسیح ہی نہیں آیا تو پھر اسلام کیونکر صحیح ہوگا ؟ [illegible] غور کرو کہ تمہاری ذرا سی ٹھوکر کا اثر کہاں تک [illegible] ہے ؟

[illegible] اصل حقیقت یہی ہے اور سچا فیصلہ وہی ہے جو حضرت مسیح نے کر دیا تھا - اس سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ہے -

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

غرض انبیاء علیہم السلام کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات ہوتی ہیں اور ان کے مصائب میں [illegible] کہ جسقدر دیر نبی کی [illegible] اسکا پتہ [illegible]

[illegible] کیا جاتا ہے -

ہماری جماعت [illegible]

[illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست آشنا اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہانتک کہ بعض اوقات ماں - باپ اور بھائی - بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں - السلام علیکم کے روادار نہیں رہتے - اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے اس قسم کے بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں - میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے - تم انبیاء و رسل سے زیادہ نہیں ہو ان پر اس قسم کے مشکلات اور مصائب آئیں - اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالے پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے دعاؤں میں لگے رہو - پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو - تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا - تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے - ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے

غائبانہ دعا کرو

کہ اللہ تعالے ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کرکے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے - دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سنکر بھی صبر کرو بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو - جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو - لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آجاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے -

یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالے بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے - بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالے یہانتک اس

امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے - نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں - تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو - تم اسکا فیصلہ نہیں کر سکتے - میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو - تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو - تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے کسقدر گالیاں سنتا ہوں - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور بر کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں بیرنگ خطوط آتے ہیں جنکا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے ایسی مخش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئی ہیں اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابوجہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے - جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو - درخت سے بڑھکر تو شاخ نہیں ہوتی - تم دیکھو کہ یہ کبتک گالیاں دیں گے آخر یہی تھک کر رہ جائینگے - ان کی گالیاں انکی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے - اگر میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو بیشک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے - پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پروا کروں - یہ کبھی نہیں ہو سکتا - تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہونچایا ہے انکو یا مجھے ؟ انکی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے - اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی - یہ لوگ ان میں سے ہی تو آئے ہیں یا کہیں اور سے انہوں نے میرے کفر کے فتوے لکھے لیکن اس فتوی کفر کا کیا تاثیر ہوئی ؟ جماعت بڑھی اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلایا گیا ہوتا - تو ضرور تھا کہ اس فتوی کا اثر ہوتا اور میری راہ میں وہ فتوی کفر بڑی بھاری روک پیدا کر دیتا - لیکن جو بات خدا تعالے کی طرف سے ہو انسان کا مقدور نہیں ہے کہ اسے پامال کر سکے - جو کچھ منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں میں پہچان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے -

[illegible] کرتے ہیں ایک [illegible] جو اپنے [illegible] ہاتھ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس سے ترک ہو جاوے مگر اس [illegible] وہ ترک نہیں سکتا -

[illegible]

ہوں کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں جو ایسی بیباکی سے زبان کھولتے ہیں میں اللہ تعالے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی گندی گالیاں ہندو تو کبھی کسی چوہڑے چمار سے بھی نہیں سنی ہیں - جو ان مسلمان کہلانے والوں سے سنی ہیں -

ولنعم ما قیل

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
(ایڈیٹر)

ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ وہ [illegible] خدا تعالے ان کی آنکھیں کھولے اور ان پر رحم کرے - (آمین)

ایسے گالیاں دینے والے خوامخواہ [illegible] خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ جانتے ہیں کہ ایک پیسہ کا کارڈ ہی ضائع ہوگا مگر نہیں جانتے کہ اس پیسہ کے نقصان کے ساتھ نامۂ اعمال بھی سیاہ ہو جائے گا پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گالیاں دی کیوں جاتی ہیں کیا صرف اس لئے کہ میں کہتا ہوں قرآن شریف کو نہ چھوڑو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہ کرو -

غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور پھر زمین پر نہیں آئیں گے مگر یہ [illegible] ماننے میں نہیں آتے اور اس عقیدہ مخالفت قرآن شریف پہ اڑتے ہیں -

اگر میں نہ آیا ہوتا اور خدا تعالے نے ایک سلسلہ قائم نہ کیا ہوتا تو یہ جو کچھ چاہتے کہتے کیونکہ انکو بیدار کرنے والا اور آگاہ کرنے والا ان میں موجود نہ تھا لیکن اب جبکہ خدا تعالے نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے اور میں وہی ہوں جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم قرار دیا ہے تو پھر میرے فیصلہ پر چون و چرا کرنا ان کا حق نہیں تھا - طریق تقویٰ تو یہ تھا کہ میری باتوں کو سنتے اور غور کرتے نکالنے کے لئے جلدی نہ کرتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے آنے کے بعد انکا حق نہیں ہے کہ یہ زبان کھولیں کیونکہ میں خدا تعالے کی طرف سے آیا ہوں اور حکم ہو کر آیا ہوں -

---

اس مقام پر پہونچکر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز اور تقریر میں ایک خاص جلال اور شوکت تھی جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپکی عظمت جو آپ کے دل میں ہے معلوم ہوتی تھی - تقریر میں غیر معمولی زور تھا اور وہ [illegible] دریا کی طرح بہہ رہی تھی - [illegible] کہ اس حصہ [illegible] کوشش [illegible] کو قلمبند کیا ہے -

(ایڈیٹر)

ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا کہ مقلد غیر مقلدوں کی غلطیاں نکالتے اور وہ ان کی غلطیاں ظاہر کرتے اور اسطرح پر دوسرے فرقے آپس میں درندوں کی طرح لڑتے جھگڑتے تھے ایک دوسرے کو کافر کہتے اور نجس بتاتے تھے ۔ اگر کوئی تسلی کی راہ موجود تھی تو پھر اسقدر اختلاف اور تفرقہ ایک ہی قوم میں کیوں تھا ؟ غلطیاں واقع ہو چکی تھیں اور لوگ حقیقت کی راہ سے دور جا پڑے تھے ایسے اختلاف کے وقت ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ خود فیصلہ کرتا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حَکَم انہیں بھیج دیا۔ اب بتاؤ کہ میں نے کیا زیادتی کی ہے یا کیا قرآن شریف سے کم کر دیا ہے جو میری مخالفت کے لئے اسقدر جوش پیدا ہوا ہوا ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس وحی کی بنا پر جو خدا تعالیٰ کی کامل اور مجید کتاب کی شرح میں ہے میں نے کہا کہ مسیح مر گیا ہے ۔ لیکن اس کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے ؟ کیوں یہ قرآن شریف کو غور سے نہیں پڑھتے کیا انکو شرم نہیں آتی ہے ۔ کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں موحد کہلاتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء اور خیر البشر تسلیم کرتے ہیں لیکن جب وہی لفظ توفی کا آپ پر آتا ہے تو اوس کے معنے موت کرتے ہیں اور جب مسیح پر آتا ہے تو زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں ! انکی غیرت کو کیا ہوا ؟ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہتک کیوں روا رکھتے ہیں ؟ کیا قرآن شریف میں

نعم ھما و بتوفینک

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں آیا اور وہی لفظ مسیح کے لئے **متوفیک** اور **فلما توفیتنی** میں آیا ہے ۔ پھر یہ کیا ہو گیا کہ ایک جگہ کچھ اور معنے اور ایک جگہ کچھ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کمزور نبی سمجھا ہے !!! جو انہیں زمین میں دفن کرتے ہیں اور مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں !!! اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی تو آپ کے جلال اور شوکت کے لئے غیرت ہے تو کیوں نہیں کہتے کہ وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تب میں بھی سمجھ لیتا کہ یہ مسیح کی خصوصیت نہیں ٹھہراتے ۔ مگر موجودہ حالت میں میرا دل گوارا نہیں کر سکتا کہ میں قرآن شریف کے ایسے معنے کروں جو خود قرآن شریف اور لغت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کا باعث ہوں ۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں وہ کافر ہے۔ وہ سچ کہتا ہے۔ اس خصوصیت کے پیدا کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ

۲۰ - لاکھ مرتد ہو گیا ۔

خدا کے واسطے اسقدر ظلم نہ کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو گھٹایا جاوے جو اس عقیدہ سے برابر گھٹتی ہے کہ وہ تو زمین میں دفن کئے گئے اور مسیح آسمان پر اوٹھایا گیا ۔ مسیح ہرگز زندہ نہیں رہا ۔ وہ مر گیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک اور خود مسیح نے اقرار کر لیا کہ فلما توفیتنی ۔

میں پھر کہتا ہوں کہ عیسائیوں کو اعتراض کا موقع نہ دو ۔ میری باتوں کو سنو اور غور سے سنو اور پھر اپنی جگہ پر جا کر سوچو !!!

حضرت اقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سب سے پہلی تقریر

لاہور میں حضرت حجتہ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے پہلی تقریر ۲۱ - اگست ۱۹۰۴ء کو ہوئی تھی ۔ نیاز مند ایڈیٹر الحکم تاریخ مذکور پر اس لئے غیر حاضر تھا کہ ۲۴ - اگست ۱۹۰۴ء کو بغرض پیروی مقدمہ اسے گورداسپور حاضر ہونا تھا ۔ اسلئے یہ تقریر برادرم بابو محمد فضل صاحب نے قلمبند کی تھی ۔ اسے ہی ہم اپنے ناظرین کے روحانی فائدہ کے لئے درج کرتے ہیں ۔

(ایڈیٹر)

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے ۔ اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد احباب کی درخواست پر آپ ایک کرسی پر رونق افروز ہوئے ۔ میاں فیروز الدین صاحب نے آگے بڑھ کر نیاز حاصل کی ۔ حضرت اقدس نے چند نصائح فرماتے ہوئے تقریر کا سلسلہ یوں شروع کیا ۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو ۔ کہ میں گناہ سے پرہیز کرونگا ۔ یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف انکی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے ۔ بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی ۔ جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو ۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے ۔ تو وہی بُرے خیالات اور حالات رہے ۔ تو اس سے کیا فائدہ ۔ یقیناً مان لو ۔ کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے اگر یہ نہیں تو ہرگز ممکن نہیں ۔ کہ انسان اون سب گناہوں سے بچ سکے ۔ جو کہ اوسے مصری پر چونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں ۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو ۔ تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے ۔ مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو ۔ کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے ۔ یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے ۔ اور موت آئی ۔ تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں بھٹکتے ۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے ۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں ۔ تو انسان جو عقلمند ہے اُسکو کسقدر خوف اور پرہیز کرنا چاہئے یہ امر بہت ہی بدیہی ہے ۔ کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے ۔ اس موقع پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا ۔ حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیویں ۔ تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا اور دل پر یہ ڈر غالب ہو گا کہ کہیں مجھکو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے ۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو ۔ اسکے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے ۔ جسقدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر خوف زیادہ ہو گا ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

اس امر میں اصل معرفت ہے ۔ اور اس کا نتیجہ خوف ہے معرفت ایک ایسی شے ہے ۔ کہ اسکے ہوتے ہوئے انسان ادنے ادنے کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے ۔ جیسے پسو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ۔ پس کیا وجہ ہے ۔ کہ خدا جو قادر مطلق ہے ۔ اور علیم و بصیر ہے ۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے ۔ اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اسقدر جرأت کرتے ہیں ۔ اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ معرفت نہیں ۔

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹولکر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہو سکتا وہ اسیوقت حاصل ہو گا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے ۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو ۔ وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو ۔ اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو ۔ اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی ۔

نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی ارشاد ہے ۔ کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اوسے محفوظ نہ رکھیگا ۔ تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہو گی نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں ۔ نماز وہ شے ہے جسے دل بھی محسوس کرے ۔ کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانۂ الوہیت پر گر پڑے ۔ جہانتک طاقت ہے وہاں تک وقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے ۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں ۔ وہ دور ہوں ۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا ۔ تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اسکے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے ۔ جیسے اژدھا میں ایک سم قاتل ہے اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اوسی کے پاس اس کا علاج ہے

نفس کی [illegible] کا دعویٰ نہ کرو [illegible] استغفار [illegible]

کبھی یہ دعوی نہ کرو کہ میں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ۔ **وَلَا تُزَكُّوا اَنْفُسَكُم** کہ تم اپنے آپ کو مزکی مت کہو ۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا اوسکا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے ۔

اور جیسے ماں بچہ کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا کا نور اوسکے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اوسکو ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیئے کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہوگی جیسے دیوار پر دھوپ ہو تو اوسکے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اوس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں ۔ آفتاب نے کہا کہ رات کو جب میں نہ ہوں گا تو پھر تو کہاں سے روشنی لیگی اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اوسکی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور انکو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ کہ وہ چھن جاوے نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اوس نور سے بالکل محروم تھا جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے کوئی نبی جسقدر زیادہ استغفار کرنیوالا ثابت ہو گا اوسیقدر اوسکا درجہ بڑا اور بلند ہو گا لیکن جسکو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اُس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے ۔ اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ اُسے دائمی طور پر رکھتے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں

اور نبی ہو یا کوئی اور سب خدا سے انہیں حاصل کرتے ہیں سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اوس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے۔ اور زیادہ اور ملے اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تاکہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا سے مانگ لیوے جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے کہ وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے وہ لوگ بہت بیوقوف ہیں جو دوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر اون میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے۔ لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے۔ جسمیں ایمان یا ان تاریکیوں کے دور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانچسو روپیہ ملجاوے تو میں بیعت کرلوں۔ بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھڑانا چاہتے ہیں وہی ہم سے طلب کیجاتی ہیں اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا ہے اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑجاتے ہیں جیسے کسی کا لڑکا مرگیا تو شکایت کرتا ہے کہ بیعت تو کی تھی یہہ صدمہ مجھے کیوں ہوا اوس نادان کو یہہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ پیغمبر تھے مگر آپ کے گیارہ لڑکے فوت ہوگئے مگر کبھی شکایت نہ کی کہ خداوند تو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دیئے غرضیکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیئے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیئے کہ میں بادشاہ ہی بنجاونگا یا ایسی کیمیا حاصل ہوجائے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا اللہ تعالے نے ہمیں تو اسلئے مامور کیا ہے کہ ان باتوں سے لوگوں کو چھڑا دلویں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کی طرف آتے ہیں اور اسکے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا انکو اور انکی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہوگیا کہ صالح آدمی کی اولاد ضائع ہوئی ہے خدا تعالے خود اسکا متکفل ہوتا ہے لیکن ابتدا میں ابتلا کا آنا ضروری ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہوجاوے

شعر

عشق اوّل سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

دوسرے ابتلا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالے لوگوں کو دکھلاوے کہ جو ہماری طرف آنیوالے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں۔ کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے ہیں اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالے اون سے وہی سنت برتتا ہے جو منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے۔

ابتلا ضرور ہے اور خدا ظالم نہیں

خدا سے زیادہ پیار اور رحم اور محبت کرنی کوئی نہیں جانتا لیکن اخلاص ضروری ہے کوئی دل سے اسکا ہو پھر دیکھے کہ آیا مخلص کی دستگیری اور کفایت اسکی خوبی ہے کہ نہیں لیکن جو اوسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اسلام لایا اور بعد ازاں اندھا ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرنے سے مجھ پر یہ آفت آئی۔ اسلئے کافر ہوگیا آنحضرت نے اوسے بہت سمجھایا لیکن نہ مانا حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تو اس بات پر قادر تھا کہ اوسے دوبارہ بینائی بخشتا۔ لیکن کافر ہوکر دنیا سے تو اندھا تھا دین سے بھی اندھا بن گیا مجھے فکر ہے۔ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ خدا کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جائیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایمان لاوے۔ اوّل وہ مصائب کے لئے تیار رہے مگر یہہ سب کچھہ اوائل میں ہوتا ہے اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اوس پر فضل کر دیتا ہے کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہیں اوّل تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اوس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس اوسے کچھہ عرصہ رہنا پڑتا ہے اور اس کے استقلال کا امتحان لیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدلدیا جاتا ہے جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالے سے یہاں تک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھہ ہوجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا اور کان ہوجاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھہ ہوجاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہوجاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے میں اسکی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ من عادلی ولیًا فاذنتہ للحرب یعنی جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے۔ وہ جنگ کے لئے تیار ہوجاوے اسقدر غیرت خدا کو اپنے بندے کے لئے ہوتی ہے۔ پھر دوسری جگہہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی شے اسقدر تردد نہیں ہوتا ہے کہ جسقدر مومن کی جان لینے ہوتا ہے اور اسی لئے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہوجاتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالے اوس کی جان لینا چاہتا ہے مگر پھر اوسے مہلت دیدیتا ہے اور کچھہ عرصہ دنیا میں رہ لیوے۔

جماعت کو اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے

اس جماعت کو طیار کرنے سے غرض یہی ہے۔ کہ زبان کان۔ آنکھ۔ اور ہر ایک عضو میں تقوا سرایت کرجاوے۔ تقوٰی کا نور اسکے اندر اور باہر ہو۔ اخلاق حسنہ کا اعلی نمونہ ہو۔ اور بیجا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہوجاتا ہے۔ اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھہ حصہ نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے۔ کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے۔ اور اس کا جواب نہ دے ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہیئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے۔ اور سب سے عمدہ ترکیب یہہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے۔ تو اس کے لئے درد دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالے اسکی اصلاح کردیوے۔ اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے جیسے دنیا کے قانون ہیں۔ ویسے خدا کا بھی قانون ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالے اپنے قانون کو کیسے چھوڑے پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی۔ تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھہ نہیں۔ خدا تعالے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ حلم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ہیں۔ ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کروگے۔ تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤگے۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتت اعدا ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔

اصلاح کے لحاظ سے خَلق اور خُلق میں فرق

یہہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کل یعمل علی شاکلتہ بعض آدمی اگر ایک قسم کے اخلاق میں عمدہ ہیں۔ تو دوسری قسم میں کمزور۔ اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے۔ تو دوسرے کا برا۔ لیکن تاہم اس سے یہہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصلاح ناممکن ہے خلق سے ہماری مراد شیریں کلامی ہی نہیں۔ بلکہ خَلق اور خُلق دو الفاظ ہیں۔ آنکھہ۔ کان۔ ناک۔ وغیرہ جسقدر اعضاء ظاہری ہیں۔ جن کو انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہہ سب خَلق کہلاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر باطنی قوی کا نام خُلق ہے۔ مثلاً عقل۔ فہم۔ شجاعت عفت۔ صبر وغیرہ اس قسم کے جسقدر قوے سرشت میں ہوتے ہیں۔ وہ سب اسی میں داخل ہیں۔ اور خُلق کو خَلق پر اس لئے ترجیح ہے کہ خَلق یعنی ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابل علاج ہوتا ہے مثلاً اگر ہاتھ چھوٹا پیدا ہوا ہے۔ تو اسکو بڑا نہیں کر سکتا لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو۔ تو اسکی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں۔ کہ افلاطون کو علم فراست میں بہت دخل تھا۔ اور اس نے دروازہ پہ ایک دربان مقرر کیا ہوا تھا۔ جسے حکم تھا۔ کہ جب کوئی شخص ملاقات کو آوے۔ تو اوّل اسکا حلیہ بیان کرو اس حلیہ کے ذریعہ وہ اس کے اخلاق کا حال معلوم کرکے پھر اگر قابل ملاقات سمجھتا۔ تو ملاقات کرتا۔ ورنہ رد کردیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص اس کی ملاقات کے لئے آیا۔ دربان نے اطلاع دی۔ اس کے نقوش کا حال سنکر افلاطون نے ملاقات کا انکار کردیا۔ اس پر اس شخص نے کہلا کر بھیجا۔ کہ افلاطون سے کہدو۔ کہ جو کچھہ تم نے سمجھا ہے۔ بالکل درست ہے۔ مگر میں نے قوت مجاہدہ سے اپنی اصلاح کرلی ہے۔ اسپر افلاطون نے ملاقات کی اجازت دیدی۔ پس خُلق ایسی شے ہے جس میں تبدیلی ہوسکتی ہے اگر تبدیلی نہ ہوسکتی تو یہ ظلم تھا۔ لیکن دعا اور عمل سے کام لوگے تب اس تبدیلی پر قادر ہوسکوگے۔ عمل اس طرح سے کہ اگر کوئی شخص ممسک ہے تو وہ قدرے قدرے خرچ کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے آخر کچھہ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھہ لیگا۔ اور اس کی عادت امساک کی دور ہوجاوے گی۔ اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہوجاتی ہے۔

[illegible]

اللہ تعالے کا یہہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنادے۔ اسکا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں ملکر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے۔ کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کرکے اوسے قوت دیوے حتی کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالے نے کی ہے۔ کہ اوّل یہ حکم دیا۔ کہ ہر ایک محلہ والے پانچوقت نمازوں کو محلہ کی مسجد میں ادا کریں۔ تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملاکر کمزوری کو دور کردیں۔ اور آپس میں تعارف ہوکر انس پیدا ہوجاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھتا ہے جوکہ وحدت کی بنیاد ہے۔ حتی کے تعارف الا

دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو - تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے - وجہ اس کی یہہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے - وہ دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے - پھر دوسرا حکم یہہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں - کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے - اس لئے یہہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں - آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے - پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی - کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں - غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا - کہ آپس میں الفت اور اُنس ترقی پکڑے افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام فلسفہ کیسا پکا ہے دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے لیکن خدا کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں - کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین میں بھی نماز نہ ادا کرتا ہو - پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اوسے قوت بخشیں -

اصلاح نفس و اخلاق کا بڑا ذریعہ اور اخلاص کیضرورۃ

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے - جسکی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ کونوا مع الصادقین - یعنی تم خدا کے صادق اور راست باز لوگوں کی صحبت اختیار کرو - تاکہ اون کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے - جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں - اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا - کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بناوے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے -

درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے - کہ دعا کے ذریعہ سے خدائی پاک محبت حاصل کیجاوے - ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسر ہو کہ جسقدر اندرونی آلودگیاں ہیں ان سب سے الگ ہو کر ایک مصفا فطرت کیطرح بن جاوے - جب تک یہہ حالت میسر نہ ہوگی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے - لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے والمدبرات امرا کہکر قرآن شریف میں قسم کھائی ہے - جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کریگا - اور تدبیر سے بھی اس طرح کا کام لیگا - کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اسکو حارج ہیں - ان سب کو ترک کر دیگا - اور رسم عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا - تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کرے گا یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھہ عرصہ دعا کر کے تھک کر رہ جاتے ہیں - اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اسقدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی - حالانکہ دعا کا حق تو اون سے ادا ہی نہ ہوا - تو قبول کیسے ہو - اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو - اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے - کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اسکی شکایت بجا ہوگی - ہرگز نہیں - جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لیگا - تب تک کچھہ فائدہ نہ ہوگا - یہی حال دعا کا ہے - اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے - وقت بھی میسر آوے تو امید ہے - کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے - لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہو گئے) اور صدہا ابھی آیندہ مرنے کو طیار ہیں - ایک من پیشاب میں ایک قطرہ پانی کا کیا شے ہے جو اسے پاک کرے اسی طرح وہ بداعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں - ان کے ہوتے ہوتے چند روز کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے - پھر عجب - خود بینی تکبر اور ریا وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضایع کر دیتے ہیں -

نیک عمل کی مثال ایک پرندکی طرح ہے - اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے - تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جاوے گا - اور یہہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا -

عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو - صلاحیت ہی صلاحیت ہو نہ عجب ہو نہ کبر ہو نہ نخوت ہو نہ تکبر ہو نہ نفسانی اغراض کا کوئی حصہ ہو نہ رو بخلق ہو - حتیٰ کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو - جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا - اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چاہ یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے ایسا انسان جس دن اس میں فرق آتا دیکھے گا - اوسی دن قطع تعلق کر دیگا - جو لوگ خدا سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں - اور ایمان بھی خطرہ میں ہے - جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہونچا - اوسی دن ایمان میں بھی فرق آجاویگا - اسلئے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدائی عبادت نہیں کرتا -

راستبازوں کی سنت

راستبازوں کی ایک یہی نشانی ہے - کہ مصیبت سے ان کو حظ ہوتی ہے - اور جب ایسے موقع پر شیطان دخل دیکر ان کو بہکانا چاہتا ہے - تب ان کی غیرت جوش مارتی ہے اور بجائے اس کے کہ اون کا قدم پیچھے ہٹے - وہ آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں - کہ شیطان ہمیں پیچھے ہرگز نہیں ڈال سکتا - شیطان ہی ایسے موقع پر ہر ایک قسم کے منصوبے اس کی لغزش کے لئے پیش کرتا ہے - مال - اولاد - عزت - آبرو - خلقت کی ملامت طعن - تشنیع وغیرہ سب نقصانوں سے ڈراتا ہے لیکن وہ اوّل ہی سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم ان نقصانوں کی کچھہ پروا نہ کرینگے - آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان ان کے نزدیک ایک مخنث کی بھی کمتر ہوتا ہے لیکن جس کا دعوےٰ تو ایمان کا ہوتا ہے - اور دماغ میں اغراض نفسانی بھرے ہوئے ہوتے ہیں - تو شیطان بڑی آسانی سے اپنا تسلط اس پر بٹھاتا ہے اور جس راستے چاہتا ہے چلاتا ہے - خوب یاد رکھو - کہ سفلی خواہشات سے شیطان کا مقابلہ ہرگز نہ ہو سکے گا -

شیطان کے وجود کا ثبوت

ممکن ہے کہ بعض لوگ یہاں ایسے ہوں کہ جو شیطان کے وجود ہی سے منکر ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کے وجود سے انکار بھی نادانی ہے کیا وہ مشاہدہ نہیں کرتے - کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں - بیٹھے بیٹھے ایک لہر اسکے دل میں آتی ہے - کہ نیکی کروں اور اکثر اوقات وہ اس کا ایسا پابند ہو جاتا ہے - کہ بلا اسکے تقاضائے پورا کئے کے رہ ہی نہیں سکتا اور اسی طرح کبھی اس کے دل میں ایسی لہر اُٹھتی ہے - جو کہ بدی کی طرف رغبت دلاتی ہے اور وہ گھر سے اوٹھکر کنجروں کی طرف چلا جاتا ہے - پس یہ قوتیں - جن میں سے بدی کے محرک کا نام شیطان رکھہ لو - انسان کے لئے یہ ضروری نہیں - کہ وہ ابتدائی مراحل میں ہر ایک شے کی حقیقت کو سمجھ لیوے جیسے جیسے بتدریج اس کی معرفت ترقی کرتی ہے - ویسے ویسے وہ باریک در باریک امور کو سمجھتا جاتا ہے - آسمان کے ستاروں کو دیکھو - کہ وہ اوّل سوئے نقطوں کے اور کچھہ معلوم نہیں ہوتے - مگر جب انہیں نقطوں کو دوربینوں سے دیکھا جاوے - تو کسقدر عجائبات معلوم ہوتے ہیں اور سابقہ معرفت اس کے آگے ہیچ نظر آتی ہے اور انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ میں نے اسکو نقطہ کیوں سمجھا ایسے ہی شیطان اور فرشتہ کے وجود کا حال ہے کہ اونکو اوّل نقطوں کی طرح ماننا پڑتا ہے اور پھر اس دوربین سے جو انبیاء لیکر آتے ہیں دیکھا جاوے تو اون کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے یہ تو جملہ معترضہ تھا جو کہ درمیان میں آگیا -

پھر میں اصل مطلب کو بیان کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو -

عورتیں بت پرستی کی جڑ ہیں پردہ کیضرورت اور فلاسفی اور ضمناً اصلاح نفس کے منازل

عورتوں میں بت پرستی کی جڑ ہے کیونکہ ان کی طبایع کا میلان زینت پرستی کیطرف ہوتا ہے - اور یہی وجہ ہے - کہ بت پرستی کی ابتدا انہی سے ہوئی ہے - بزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے - کہ ذراسی سختی پر اپنی جیسی مخلوق کے آگے ہاتھہ جوڑنے لگ جاتی ہے اس لئے جو لوگ زن پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ ان میں بھی یہ عادتیں سرایت کر جاتی ہیں - پس بہت ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ رہو - خدا تعالیٰ فرماتا ہے - الرجال قوامون علی النساء - اور اسی لئے مرد کو عورتوں کی نسبت قوےٰ زیادہ دئے گئے ہیں - اسوقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں - ان کی عقلوں پر تعجب آتا ہے وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیجکر دیکھیں تو سہی - کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے - یا مختلف - ایک طرف تو اوسے حمل ہے - اور ایک طرف جنگ ہے - وہ کیا کر سکے گی - غرضیکہ عورتوں میں مردوں کی نسبت قوےٰ کمزور ہیں - اور کم بھی ہیں - اس لئے مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے -

یورپ کیطرح بے پردگی پر بھی یہ لوگ زور دے رہے ہیں - لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں - یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے - جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے - ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو - اگر اس آزادی اور بے پردگی سے اون کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لینگے کہ ہم غلطی پر ہیں - لیکن یہہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو اون کے تعلقات کسقدر خطرناک ہوں گے - بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں - اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھہ نہ ہوگا مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے - پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو - اگر یہہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اسقدر قوت ہو - کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اسوقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے یا نہیں ورنہ موجودہ حالت میں اسبات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو - گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھہ دینا ہے - ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ کو غور نہیں کرتے کم سے کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں - کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے - قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور

بکر مدیون کو مد نظر رکھکر مجمل تعلیم دیتا ہے) کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے قل للمومنین **یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔** کہ تو ایمان والوں کو کہدے۔ کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ اور اپنی سوراخوں کی حفاظت کریں یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جسمیں کان وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اس میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے۔ کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے۔ پھر یاد رکھو کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ جن باتوں سے اللہ تعالےٰ روکتا ہے۔ آخر کار انسان کو ان سے رکنا ہی پڑتا ہے (تعدد ازدواج اور طلاق کے مسئلہ پر غور کرو) ہرچہ دانا کند کند نادان لیکن بعد از خرابی بسیار۔ ہمیں افسوس ہے کہ آریہ صاحبان بھی بے پردگی پر زور دیتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے احکام کی مخالفت چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہندوستان پر ہے کہ اس نے ان کو تہذیب سکہائی۔ اور اسکی تعلیم ایسی ہے۔ جس سے مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ ؎

خربزہ بہ گرچہ دزد آشنا است

یہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہے کہ اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو حیثہ حد اعتدال سے ادہر ادہر ہو گئے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو حیثہ حد اعتدال سے ادہر ادہر ہو گئے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز دخل نہ دیا جاوے۔ ذرا اپنے دلوں میں غور کرو۔ کہ کیا تمہارے دل راجہ رام چند اور کرشن وغیرہ کیطرح پاک ہو گئے ہیں پھر جب وہ پاکدلی تم کو نصیب نہیں ہوئی۔ تو بے پردگی کو رواج دیکر بکریوں کو شیروں کے آگے کیوں رکھتے ہو بہت ہٹ ضد اور تعصب اور چڑ وغیرہ سے تم لوگ دیدہ و دانستہ اسلام کے ان پاکیزہ اصولوں کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ جن سے تمہاری عفت برقرار رہتی ہے۔ عقل تو اس بات کا نام ہے کہ انسان کو نیک بات جہاں سے ملے وہ لے لیوے کیونکہ نیک بات کی مثال سونے اور ہیرے اور جواہر کی ہے اور یہ اشیاء خواہ کہیں ہوں آخر وہ سونا وغیرہ ہی ہونگی۔ اس لئے تم کو لازم ہے کہ اسلام کے نام سے چڑ کر تم نیکی کو ترک نہ کرو ورنہ یاد رکھو۔ کہ اسلام کا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر اس کا ضرر ہے۔ تو تم ہی کو ہے۔ ہاں اگر تم لوگوں کو اطمینان ہے کہ سب بھگت بن گئے ہو اور نفسانی

جذبات پر تم کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اور قوائے پرمیشر کی رضا اور احکام کے برخلاف بالکل حرکت نہیں کرتے۔ تو پھر ہم تم کو منع نہیں کرتے بے شک بے پردگی کو رواج دو لیکن جہانتک میرا خیال ہے۔ ابھی تک تم کو وہ حالت نصیب نہیں۔ اور تم میں سے جسقدر لوگ لیڈر بنکر قوم کی اصلاح کے درپے ہیں۔ انکی مثال سفید قبر کی ہے جس کے اندر بجز ہڈیوں کے اور کچھ نہیں کیونکہ انکی صرف باتیں ہی ہیں عمل وغیرہ کچھ نہیں اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے۔ کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے۔ اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کہانے کی حد سے بچا رہے کیونکہ ابتداء میں اسکی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے۔ اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کہانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے۔ کہ اسکی اصلاح کرے۔ اور اسکی اصلاح کی حالتوں کے لحاظ سے اس کے چار نام مقرر کئے گئے ہیں۔ اول اول نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ کہ جسکو نیکی بدی کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور یہ حالت طفلگی تک رہتی ہے۔ پھر نفس امارہ ہوتا ہے کہ بدیوں کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ اور انسان کو طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا کرتا ہے۔ اور اسکی بڑی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا ارتکاب ہو۔ کبھی چوری کرتا ہے کوئی گالی دے یا ذرا اخلاف مرضی کام ہو۔ تو اسے مارنے کو طیار ہو جاتا ہے۔ اگر شہوت کی طرف غلبہ ہو تو گناہوں اور فسق و فجور کا سیلاب بہہ نکلتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ ہے کہ اس میں بدیاں بالکل دور تو نہیں ہوتیں مگر ہاں ایک پچھتاوا اور حسرت و افسوس ضرور اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اور جب بدی ہو جاوے تو اس کے دل میں نیکی سے اس کا معاوضہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور تدبیر کرتا ہے۔ کہ کسی طرح گناہ سے بچے اور دعا میں لگتا ہے۔ کہ زندگی پاک ہو جاوے اور ہوتے ہوتے جب یہ گناہ سے متنفر ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور اس حالت میں وہ بدی کو ایسی ہی بدی سمجھتا ہے جیسے کہ خدا بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ دنیا اصل میں گناہ کا گھر ہے۔ جسمیں سرکشیوں میں پڑکر انسان خدا کو بھلا دیتا ہے نفس امارہ کی حالت میں تو اس کے پاؤں کی زنجیریں ہی زنجیریں ہوتی ہیں۔ اور لوامہ میں کچھ زنجیریں پاؤں میں ہوتی ہیں۔ اور کچھ اتر جاتی ہیں۔ مگر مطمئنہ میں کوئی زنجیر باقی نہیں رہتی تب کی سب اتر جاتی ہیں اور وہی زمانہ انسان کا خدا کی طرف رجوع کا ہوتا ہے۔ اور وہی خدا کے کامل بندے ہوتے ہیں جو کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہوویں اور جب تک وہ اسے حاصل نہ کرے تب تک اسے مطلق علم نہیں ہوتا۔ کہ جنت میں جاوے گا یا دوزخ میں پس جبکہ انسان بلا حصول نفس مطمئنہ کی پوری

پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے۔ اور جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ تو آپ خواہ آریہ ہوں۔ یا عیسائی۔ کون سی عقلمندی ہے۔ کہ قبل اس کے کہ یہ نفس حاصل ہو وہ بھیڑیوں اور بکریوں کو اکٹھا چھوڑ دیں۔ کیا ان کو امید ہے کہ وہ پاک اور بے شر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یہ سر اسلامی پردہ کا۔ اور میں نے خصوصیت سے اُسے ان مسلمانوں کیلئے بیان کیا ہے جنکو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آریہ لوگ اس سے بہت کم مستفید ہوں گے۔ کیونکہ ان کو تو اسلام کی ہر ایک بھلی بات سے چڑ ہے

اسقدر تقریر ہو چکی تھی کہ اس اثناء میں خلیفہ رجب الدین صاحب نے آواز بلند سے لاہور کی پبلک کیطرف سے حضرت مرزا صاحب کو نبی کیفرورت کا سوال پیش کیا۔ اگرچہ بعض لوگوں کو یہ دخل اس لئے ناگوار ہوا۔ کہ خدا کا فرستادہ نور فراست سے جس ضرورت کو محسوس کرکے کلام فرما رہا تہا۔ اسکی توجہ ادہر سے پہر دیگئی۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تحریک بہی مصالح ایزدی سے باہر نہیں۔

آپ نے فرمایا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ میں نے بہت سی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے یہ بات سمجھا دی ہوئی ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جس کا ذکر اور وعدہ اجمالاً قرآن میں اور تفصیلاً احادیث میں پایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اُسے نہیں مانتے قرآن شریف کی رو سے ان کا نام فاسق ہے اور احادیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا۔ اور جو اسکی معصیت کرتا ہے گویا میری معصیت کرتا ہے۔

لوگ مخلوق کو دہوکا دیتے ہیں اور غلطیوں میں ڈالتے ہیں۔ کہ ہم نے کوئی نیا کلمہ یا نماز تجویز کی ہے۔ ایسے افتراؤں کا میں کیا جواب دوں۔ اسی قسم کے افتراؤں سے وہ ایک عاجز انسان (مسیح علیہ السلام) کو تین خدا بنا بیٹھے ہیں۔ دیکھو ہم مسلمان ہیں۔ اور امت محمدی ہیں اور ہمارے نزدیک نئی نماز بنانی۔ یا قبلہ سے روگردانی کفر ہے۔ کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ چہوٹے سے چہوٹے حکم کو ٹالنا بھی بدذاتی ہے اور ہمارا دعوے قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے۔ اتباع نبوی سے الگ ہوکر ہم نے کوئی کلمہ یا نماز۔ یا حج۔ یا کوئی حصہ اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی۔ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ اس دین کی خدمت کریں۔ اور اس کو کل مذاہب پر غالب کرکے دکہاویں۔ قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں۔ اتباع کریں۔ ضعیف سے ضعیف حدیث بہی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو

بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں۔ اور دوسری یہ بات یاد رکھو۔ کہ مجھے کبھی بہی یہ خواہش نہیں ہوئی۔ کہ لوگ مجھے مانیں بلکہ مجھ کو تو ان جماعتوں سے ہمیشہ سے نفرت ہے اور اگر میں ملتا ہوں یا ان لوگوں میں آکر بیٹھتا ہوں۔ تو اپنی مرضی سے ہرگز نہیں ملتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ مجھے مجبور کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ تو ایسا کر۔ ایسی حالت میں تبلاؤ اگر میں اسکی بات نہ مانوں تو کیا کروں میں تو رات دن وحی کے نیچے کام کرتا ہوں۔ میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پختہ طور سے مانو۔ آپ کو ماننا یہ ہے کہ آپ کے وصایا پر عمل درآمد کیا جاوے اور انہیں میں سے یہ بات بہی ہے۔ کہ جب وہ مسیح موعود (علیہ السلام) آوے۔ تو تم سب اس کے ساتھ ہو جاتا۔ میرے ماننے کی مثال یہ ہے جیسے ایک آقا اپنے نوکر کو کہے۔ کہ فلاں شخص میرا مہمان آیا ہے تم اسے لاکر کہانا کہلاؤ اور ہر طرح کی تعظیم اور تکریم کرو لیکن نوکر اس کے جواب میں یہ کہے۔ کہ میں تو صرف آپ کو مانتا ہوں مجھے کسی دوسرے کی تعظیم و تکریم سے غرض نہیں ہے۔ اور نہ اسکی خواہش ہے تو آپ سوچ کر دیکہو کہ کیا اس نے اپنے آقا کو مانا ہرگز نہیں مانا۔ کیونکہ جس بات میں وہ راضی ہوتا ہے اس کے کہنے سے تو اسے انکار ہے۔ پس یاد رکہو کہ تم لوگ بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو حقیقی طور پر اسیوقت مانوگے۔ جبکہ آپ کے احکام اور وصایا کو مانوگے۔ جس نے آخری حکم کو توڑا اس نے سارے حکموں کو توڑا۔ سوچو تو سہی کہ اگر ایک شخص تمام عمر نماز روزہ ادا کرتے۔ لیکن آخری وقت بجائے لا الہ الا اللہ کے رام رام کہے۔ تو کیا وہ نماز روزہ اس کے کام آویگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان تک فرما دیا کہ اس امت کی دو دیواریں ہیں ایک میں اور ایک مسیح۔ اور اس کے درمیان آپنے فیج اعوج فرمایا ہے جنکی نسبت ارشاد ہے۔ کہ وہ نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں پس جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک شریر گروہ قرار دیتے ہیں۔ تو ہم ان کی باتوں کو کیوں قبول کرلیں۔

اس موقعہ پر ایک وزیرآبادی متعصب مولوی نے مداخلت کی۔ اور بیہودہ راہ اختیار کرکے بیجا شور اور کلام شروع کیا۔ اول تو حضرت اقدس اس کو حلیمی سے سمجھاتے رہے مگر جب معلوم ہوا کہ اسکی غرض رفع شکوک و شبہات نہیں۔ صرف مناظرہ کا ایک اکہاڑا قائم کرنا چاہتا ہے تو اس سے اعراض کیا۔ اور فرمایا کہ مباحثہ کا دروازہ تو ہم بند کر چکے ہیں۔ اب اس میں پڑنا پسند نہیں کرتے۔ اس پر بعض متشدد طبائع نے شور کرنا شروع کیا۔ آخر مصلحت وقت دیکہکر مولوی صاحب کو بیجا مداخلت سے روکا گیا۔ اور جب وہ باز نہ آئے تو ان کو جبراً احاطہ سے باہر کر دیا گیا۔ اس اثناء میں جو کلام حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے ہم کمیابی طور پر درج کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

مورخہ ۴ر اکتوبر کو بوقت ساڑھے بارہ بجے حضرت اقدس کو یہ الہام ہوا۔ **قَدْ جَاءَ الدِّیْنُ مِنَ النُّصْرَةِ ثُمَّ سَیَعُوْدُ مِنَ النُّصْرَةِ** +

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر مسٹر کارلائل ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں لکھتا ہے۔

"لیس ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور نہی باطن شخص تہا اور نہ ہم اس کو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ دانستہ منصوبے گانٹہنے والا کہہ سکتے ہیں جو سخت و کرخت پیغام اس نے دنیا کو دیا بہر حال ایک سچا اور حقیقی پیغام تہا۔ اور اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تہا (قصور فہم ایڈیٹر) مگر اس کا مخرج وہی ہستی تہی جسکی تہاہ کسی نے بہی نہیں پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جہوٹے تہے نہ اعمال ہی اور نہ خالی از صداقت یا کسی کی نقل و تقلید تہے۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تہا جو قدرت کے وسیع سینہ میں دنیا کو منور کرنے کو نکلا تہا اور بے شبہ اس کے لئے امر ربانی یونہی تہا۔"

یہی فاضل مصنف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم و استقلال کے عظیم الشان معجزہ پر جو ابو طالب کو جواب دیتے وقت آپ سے صادر ہوا۔ (یہ واقعہ یوں ہے کہ قریش نے ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ آنحضرت کو تبلیغ سے روکیں اور انہوں نے آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ اپنی اور میری جان کو ہلاکت سے بچایئے اور اتنا بوجہ مجہہ پر نہ ڈالئے جو میری طاقت سے زیادہ ہو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ اس مطلب سے کہ میں اس امر عظیم کی بجا آوری چہوڑ دوں (بفرض محال) آفتاب و ماہتاب کو میرے دائیں اور بائیں لا رکہیں تو بہی میں اسکو ہرگز ترک نہ کروں گا تا وقتیکہ خدا اپنے دین کو سب ادیان پر غالب کر دے) لکہتا ہے

"بلا شبہ آپ خاموش نہیں رہ سکتے ہیں کیونکہ جس امر حق کا آپ اعلان فرماتے تہے اس میں وہی فطرتی قوت موجود تہی جو سورج اور چاند یا قدرت کے اور مصنوعات میں ہے اور خدائے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور اور موجودات عالم آپ کو خاموش نہیں کر سکتے تہے"

اسی اخلاقی معجزہ پر مسٹر باسورتہہ سمتہ لکہتا ہے

یہ کلام اور یہ چلن ایک جہوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا

پہر یہی مصنف ایک مقام پر لکہتا ہے کہ "جو کچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکہتا تہا وہ بیان کرتا تہا اور وہ بے شک دیکہتا تہا۔ اور اگر کسی شے کی حقیقت پر کہنے کیلئے اس کے نتائج کو قبول کیا جا سکتا ہے تو جو کچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نظر آتا تہا۔ وہ بے شبہ سچ تہا۔ کیونکہ اس سے اس کو اپنے عالیشان کام میں تقویت ہوتی تہی"

پونڈ جی۔ ایم راڈویل صاحب ایک عیسائی فاضل نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے وہ اس ترجمہ کے دیباچہ میں لکہتا ہے کہ

"عرب کے سیدہے سادے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو .... بت پرستی کے مٹانے۔ جنات اور دیوتاؤں کے خرک کی عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے۔ اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے۔ بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گہٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کیلئے برکت اور قدوم حق تہا"

مقدمات

۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء کا الحکم ہم نے عمداً روک کر رکہا تہا کہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء کو (جو ہمارے مقدمہ کے فیصلہ سنانے کیلئے مقرر تہی) مقدمہ کا فیصلہ سنکر وہ فیصلہ منتظر ناظرین کیلئے چہاپ دیں گے لیکن اس تاریخ پر جناب مجسٹریٹ صاحب نے فیصلہ نہیں سنایا بلکہ آئندہ تاریخ ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء مقرر کی ہے۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ میں بہی ۸ اکتوبر آئندہ تاریخ پیشی مقرر ہوئی ہے۔

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء کو چونکہ عام خبر تہی کہ فیصلہ سنایا جاویگا اسلئے احاطہ کچہری میں گورداسپور کے بہت سے لوگ فیصلہ سننے کیلئے آئے ہوئے تہے خدا جانے وہ کن آرزوؤں کو ساتہہ لیکر آئے ہوں گے مگر آخر ان کو جانا پڑا۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت بہی گورداسپور میں اس تاریخ پر بہت بڑہ گئی تہی کوئی اڑہائی تین سو کے قریب احباب۔ کراچی حیدر آباد سندہ۔ پشاور۔ وزیر آباد۔ راہوں ضلع جالندہر۔ کپورتہلہ۔ قادیان۔ لاہور۔ امرتسر۔ ناروال۔ دینا نگر۔ پٹیان والہ۔ وغیرہ مقامات سے آئے ہوئے تہے۔

حضرت مسیح موعود کا کیمپ گورداسپور

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر طرح خوش ہیں۔

۲۔ حضرت حکیم الامۃ اور فاضل امروہی بہی حضور ہی کے ساتہہ گورداسپور مقیم ہیں۔

۳۔ ہفتہ زیر اشاعت میں الہام ہوا۔

اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ فَقَطْ

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کا وقت تبدیل ہو گیا ہے۔

۲۔ کسی گذشتہ ہفتہ میں جو خبر ا[illegible] کی لکہی گئی تہی خوشی کی بات ہے کہ فریقین میں باہم صلح ہو گئی۔

۳۔ سناتن دہرم سبہا قائم ہو چکی ہے۔ اور کسی پنڈت کو بلانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔

۔ غالباً ہمارے لوکل چہٹی رسان میاں فضل الٰہی کے دوست سنکر خوش ہوں گے کہ جہاں وہ ادریس ڈاکخانجات ترن تارن ہو کر گئے ہیں وہاں انکی یہ ترقی دوہری مبارک ثابت ہوئی ہے کہ اوس کی دوسری شادی ہو گئی ہے۔

قادیان کا ڈاکخانہ یا پبلک ہوٹل

ہمارے ڈویژن کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ڈاکخانجات غرباً آگاہ ہیں کہ قادیان کا ڈاکخانہ جس مکان میں ہے وہ کسی صورت میں ڈاکخانہ کے لئے موزوں اور مناسب نہیں۔ وہ معمولی ایک چہوٹی سی دوکان ہے جس کے ایک طرف دو کوٹہڑی میں جسکو کسیقدر روشن کرنے کی کوشش کیگئی ہے ریکارڈ اور تہیلے وغیرہ رکہے جاتے ہیں جسمیں اصولی الماریوں اور میز وغیرہ کے رکہنے کے بعد سب پوسٹ ماسٹر کو بہی غالباً مکان مذکور اجازت نہیں دیتا کہ وہ آزادی کے ساتہہ اسمیں چل پہر سکے۔ اس کے آگے سامنے ۱۰ x ۴ کے برابر ایک کوٹہڑی ہے جسمیں سب پوسٹ ماسٹر بیٹہتے ہیں انکی میز کرسی اور لوکل چہٹی رسان کے بیٹہنے کے بعد کسی اور شے کا وہاں رکہے جانا حرام مطلق ہے

جس روز ہم اخبار روانہ کرنے کیلئے جاتے ہیں اس دن پوسٹ ماسٹر صاحب عجب کشمکش اور گبراہٹ میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا کمرہ تو اجازت نہیں دیتا کہ وہاں اخبار کا تہیلہ الٹ دیا جاوے اس لئے باہر کے ایک چہوٹے سے برامدہ میں جہاں دو آدمی بمشکل بیٹہ سکتے ہیں اخبار کا تہیلہ رکہے جانے کے بعد خود ان کو دہلیز پر بیٹہ کر اور کبہی بیرونی سیڑہی پر بیٹہ کر سارٹ کرنے کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر کو اس کے متعلق زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ خود اس مکان کو دیکہ چکے ہیں۔ ہمارے خیال میں ایسے تنگ و تاریک تو جیلخانہ کے قیدیوں کو بہی نہیں دئے جاتے۔ چہ جائیکہ وہ ڈاکخانہ کے قابل ہوں۔ یہ مکان بمشکل ایک آدمی کے بیٹہنے کے قابل ہے اور ڈاکخانہ کیلئے جہاں بیسیوں اور صدہا آدمیوں کی روزانہ آمد و رفت ہو ایک کہلا مکان ہونا چاہیے۔ قطع نظر اس کے کہ سب پوسٹ ماسٹر اور دوسرے متعلقین ڈاکخانہ کے بیٹہنے کے وہ ناقابل ہے اور حفظ صحت کے اصول کے مطابق نہیں سب پوسٹ ماسٹر چہٹی رسانوں کے کام کی نگرانی بمشکل کر سکتا ہے اس لئے اس مکان کو بدل لینا چاہیے مگر یہ ضروری امر ہے کہ موجودہ کرایہ پر جو دو روپیہ ہے عمدہ مکان ملنا مشکل ہے جبتک کرایہ مکان چار یا پانچ روپیہ ماہوار تک نہ بڑہایا جاوے گا عمدہ مکان نہیں ملیگا۔ اسلئے ہم امید کرتے ہیں کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر اس ضرورت کو محسوس کریں گے اور بہت جلد اس انتظام کی طرف توجہ کریں گے کیونکہ آئندہ موسم خطرناک ہے یعنی طاعون کے ایام میں اسکے حفظ صحت کے لحاظ سے بہی کشادہ مکان ضروری ہے۔ اگر کرایہ معقول دیا جاویگا تو عمدہ مکان ڈاکخانہ کیلئے مل سکتا ہے۔

مراۃ الجہاد

اس نام کی ایک دلچسپ عجیب اور جامع کتاب مسئلہ جہاد پر کارخانہ الحکم میں چہپ رہی ہے اسکے مولف ہمارے مکرم بہائی سید وزارت حسین صاحب مونگیری ہیں۔ سید صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتہہ مسئلہ جہاد کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے اور اس مسئلہ پر جسقدر اعتراض مخالفوں نے کئے ہیں انکے جواب قابلیت کے ساتہہ دئے گئے ہیں خصوصیت سے لکہیرام آریہ مقتول کے رسالہ جہاد کا دندان شکن جواب ہے۔ ہم اگلی اشاعت میں اس کتاب کے مضامین کی مختصر سی فہرست دینگے (انشاء اللہ العزیز) ۱۹۲ صفحہ تک کتاب چہپ چکی ہے اور ۲۰۰ صفحہ تک پریس میں جا چکی ہے ابہی مضمون آرہا ہے فی الحال ہم اسکی قیمت کے متعلق کچہ نہیں کہہ سکتے یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسکی کثرت کے ساتہہ اشاعت ہو درخواستیں دفتر الحکم میں آنی چاہئیں تاکہ کتاب کے شائع ہونے پر خریداروں کو جلد بہیجی جاوے ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب توجہ کریں

شکوہ جور یار کا یا شورِ بختی کا گلہ
ہم جو کچھ کہنے کو تھے ہم لا کہنے کو ہیں

مظلومانِ پوسٹ آفس کے متعلق متعدد آرٹیکل الحکم کے کالموں میں نکل چکے ہیں لیکن اس لحاظ سے کہ ان پر توجہ ہوئی یا نہ ہوئی ہنوز روزِ اول ہے - یہ ہم کہہ نہیں سکتے کہ پوسٹ ماسٹر جنرل تک ان اخبارات کی رسائی نہیں کیونکہ ہم خود ہر ایک نمبر جس میں محکمہ ڈاکخانہ کے متعلق کوئی مضمون ہوتا ہے صاحب موصوف کے نام بھیجتے ہیں ہاں اس بات کے ہم کفیل اور ذمہ دار نہیں ہو سکتے کہ وہ پرچہ ان تک ڈاک کے ہمراہ جا کر پہونچا بھی آوین۔

بہر حال پوسٹ ماسٹر جنرل سے اس قدر توقع ہمیں ضرور ہے کہ جس وقت یہ معاملات ان کی نظر سے گذرے انپر ضرور غور کیا جائیگا۔

ہم نے بارہا لوئر ٹائم سسٹم کے متعلق صاحب ممدوح کی خدمت میں عرض کیا ہے اور ان کو اس کے عدم استعمال کے برے نتائج سے آگاہ کیا ہے آج ہم انکی گریڈیشن لسٹ کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اس سوال پر بہت غور کریں گے۔

ہم نے پہلے بھی اس امر پر لکھا ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ میں جو ترقیاں دیجاتی ہیں ان کا کوئی خاص اصول ابتک ہماری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ ڈاکخانہ کے ملازمین ہمیشہ اس کے شاکی پائے گئے ہیں کہ عموماً ترقیاں دیتے وقت رسوخ سے کام لیا جاتا ہے۔ گریڈیشن لسٹ ڈاکخانوں میں شایع کی جاتی ہیں لیکن تجربہ عموماً یہ بتاتا ہے کہ یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں اور کھانے کے دانت درحقیقت اور ہیں اگر اس لسٹ کے موافق ترقیوں کا معیار قائم نہیں رکھا جا سکتا تو کیا ضرورت ہے کہ اس کو شایع کیا جاوے۔ یا اس کو شایع کرکے پھر اس کی پرواہ نہ کرنا یہ اس لسٹ کی عدم ضرورت کو ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ مفت میں اسقدر خرچ اسکی طبع وغیرہ کا ڈاکخانہ پر ڈالا جاتا ہے وہ روپیہ بھی بمد بحث جمع کیا جاوے۔ اور نہیں تو خزانہ سرکار ہی پر ہو۔

بہر حال

یہ شکایت عام ہو چلی ہے کہ گریڈیشن لسٹ کے موافق علی العموم ترقیاں نہیں ملتی ہیں یا کم ملتی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں چند نام پیش کرتے ہیں۔ جن کو ترقیاں دی گئی ہیں لیکن دراصل گریڈیشن لسٹ کے موافق وہ ترقی کے مستحق نہ تھے۔ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب اگر توجہ کریں تو مستحق لوگوں کے حقوق کی حفاظت کا خاص انتظام کر سکتے ہیں اگر ان لوگوں کو جن کے نام ہم ذیل میں دیتے ہیں گریڈیشن لسٹ کے موافق ترقی ملی ہے اور ہمیں غلطی لگی ہے تو ہم صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل کے شکرگزار ہوں گے اگر وہ اس غلطی کو رفع کرنے کی ہمیں اطلاع دیں گے - اور اگر کسی غلطی سے ان لوگوں کو ترقیاں ملی ہیں تو ہم ان کے انصاف سے امید کرتے ہیں کہ وہ

حق داروں کو حق دیں گے۔

وہ نام یہ ہیں

(۱) مسٹر اے۔ سٹوکٹ کلرک لاہور یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو لالے کے گریڈ سے ۵۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے ان صاحب بہادر کا نمبر ایک سو تیسواں (۱۳۰) تھا۔ تعجب نہیں اندھیر کی بات ہے کہ ۱۲۹ مستحق امیدواران کو پھاند کر یہ ۵۰ کے گریڈ میں کیونکر چلے گئے اگر کوئی خاص وجہ ترقی کی تھی تو چاہیے تھا کہ عام طور پر اعلان کر دیا جاتا تاکہ ان ۱۲۹ امیدواروں کو تسلی ہوتی اور وہ اپنی قابلیت کا موازنہ بجائے خود کر لیتے جہاں تک ہم دیکھتے ہیں کوئی وجہ بجز سیاہ و سفید کے سوال کے اور نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر صرف یہی وجہ ہے تو پھر بیچارے غریب ہندوستانیوں کا یہ اپنا قصور تو نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں کیوں پیدا ہوئے گورنمنٹ کی فیاض نظر میں تو بلکہ ہندوستانی مفتوح قوم ہونے کی وجہ سے زیادہ مراعات کے مستحق ہیں۔

(۲) مسٹر جے سمسن صاحب کلرک لاہور ۱۵ فروری ۱۹۰۲ء کو ۵۰ سے ۶۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے۔ بحالیکہ آپ کا نمبر بچاسواں تھا اور ۴۸ امیدواروں کو پیچھے ڈال کر آپ آگے نکل گئے۔ اگر آپ کی ترقی کی یہی رفتار رہی تو اندیشہ ہے کہ بہت سے غریب بابو آپ کی تیز رفتاری میں کچلے جائیں گے۔

(۳) مسٹر لی فلپس کلرک لاہور ۶ اپریل ۱۹۰۲ء کو ۶۰ سے ۸۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے اپنے پندرہ امیدواروں کو پیچھے رکھا۔ ابھی کچھ نام ہمارے پاس باقی ہیں جن کو ہم کسی اگلی اشاعت میں پیش کریں گے۔

فی الحال ہم یہ تین کیس صاحب موصوف کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور انصاف چاہتے ہیں کہ وہ بیچارے غریب مستحقین کے حقوق کی نگہداشت کریں۔ باقی آئندہ

ڈاکخانہ کا نیا سرکلر

معزز ہمعصر ہندوستان نے ڈاکخانہ کے جدید سرکلر گورمکھی کے سیکھے جانے کے متعلق بہت ہی قابلقدر ریمارک کیا ہے کہ آیا یورپین بھی گورمکھی سیکھیں گے یا وہ مستثنیٰ کئے جاوین گے۔

یہ ایک الگ امر ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ گورمکھی حروف سیکھنے کی قید اڑا دے لیکن تجربہ اور تجارتی کاروبار بتاتے ہیں کہ گورمکھی طرز تحریر عام نہیں ہے اگر ڈاکخانوں کی چٹھیات کا اندازہ کیا جاوے کہ گورمکھی میں کسقدر آتی ہیں تو شاید بہ مشکل نکلیں پھر ایسے سرکلر سے کوئی فائدہ خاص تو نظر نہیں آتا۔ خیر افسران ڈاکخانہ مجاز ہیں جس قسم کے قوانین چاہیں نافذ کریں لیکن یہ ضروری امر ہے کہ وہ سب پر جاری ہوں۔ کسی کو مستثنیٰ نہ کیا جاوے۔

یہ تحریک قابل قدر ہوتی اور گورنمنٹ کا منشا بھی خوب پورا ہو جاتا اگر محکمہ ڈاکخانہ والے گورمکھی زبان میں امتحان پاس کرنے والے ملازمان ڈاکخانہ کیلئے خاص انعام رکھدیتے مگر یہ ذرا سختی کی ہے علاوہ بریں کل کو شاید ہندی کی مکھرٹ سیکھنا بھی لازمی کرنا پڑے اور بیچارے ڈاکخانے والوں پر کام کا اسقدر بوجھ ہے کہ ضروری حوائج فطریہ کیلئے بھی کافی وقت نہیں ملتا اور اس پر طرہ یہ کہ بال اور پیٹ لیکر کسی ٹنگ سنگھ صاحب کی تلاش کرنے پھریں۔ بعض ایسے مقامات بھی ہوتے ہیں جہاں کوئی پڑھا لکھا ہوتا ہی نہیں وہاں گورمکھی سیکھنے کیلئے کیا انتظام ہوگا۔ یہ سرکلر بہت کچھ اصلاح و ترمیم کے قابل ہے جسپر ہم پھر لکھنا چاہتے ہیں۔

بٹالہ سٹیشن

بٹالہ سٹیشن کے متعلق ہمیں متعدد مرتبہ لکھنا پڑا ہے اور ہم افسران ریلوے کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہماری تحریروں پر قابل قدر نوٹس لیا ہے۔

حال میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بابو کرم چند صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کی تبدیلی کی خبر آئی ہے جہاں تک پبلک کی بہتری اور آرام اور اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کا سوال ہے اس حد تک ہم بابو کرم چند صاحب کی تبدیلی کی کوئی وجہ نہیں پاتے۔ بابو کرم چند صاحب کی خوش اخلاقی سے پبلک کو آرام پہونچتا رہا ہے۔ اور ان کے جانے سے بظاہر پبلک کو تکلیف پہونچنے کا احتمال ہے یہ ہم جانتے ہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش جن کی کارستانیاں بابو کرم چند صاحب کی موجودگی میں انکی دیانت داری کی وجہ سے چل نہیں سکتی ہیں کوشش کرتے ہیں کہ ان کو تبدیل کر دیا جاوے لیکن اگر **عام** لوگوں سے یہ سوال ہو تو ہم یقیناً کہتے ہیں کہ پبلک ہمارے ساتھ متفق ہوگی۔

ریلوے اتھارٹیز اگر پبلک کی آسائش کا خیال رکھتی ہیں اور ضرور رکھتی ہیں ریلوے اتھارٹیز اگر دیانتدار ملازموں کی قدر کرتی ہے اور ضرور کرتی ہے تو ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بابو کرم چند ایسے لایق اور قابلقدر شخص کو بٹالہ سٹیشن سے ہرگز تبدیل نہیں کرنا چاہیے ورنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ آئے دن سٹیشن کی شکایتوں کا سلسلہ جاری ہو جاوے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مختصر نوٹ ہمیں آئندہ کہنے سے مستغنی کر دے گا۔ اگر اس پر توجہ نہ کیگئی تو مجبوراً ہمیں اس سازش کا افشا کرنا پڑے گا جو بابو کرم چند کی مخالفت میں کیگئی ہے اور ان اسباب کو بھی بتانا پڑے گا۔ جو اس سازش کے محرک ہوئے ہیں۔

صدائے اسلام

نالہ صدا سے درد ہے موزوں ہی کیوں نہ ہو
روکیا ہے پھر بھی معجزہ افسوں ہی کیوں نہ ہو
جز اہلِ درد کس کو مزہ آسکے گا بھلا
لطف و بیاں خوب ہے مضموں ہی کیوں نہ ہو

گلشنِ عرفاں کو دینے رنگ و بو آیا ہوں میں
اس چمن میں بنکے آئین نمو آیا ہوں میں
دردِ دل ہی حضرتِ انسان کے دکھ کی ہے دوا
ولمیں بنکر دردِ دل کی آرزو آیا ہوں میں
جس سے مستوں کو پلایا تھا خلیل اللہ نے
بزم میں لیکر وہی جام و سبو آیا ہوں میں
ناامیدوں کو سنایا میں نے پیغامِ امید
ساتھ لیکر مژدۂ لاتقنطوا آیا ہوں میں
لوح کو ہوں قبلۂ حق کے لئے قبلہ نما
دل میں بنکر رازِ جاں کی جستجو آیا ہوں میں
ظلمتِ کفر و شرک چھائی تھی گھٹا چاروں طرف
مہرِ وحدت ہوں چمکنے سو بسو آیا ہوں میں
تھا یہ بازارِ جہاں میں اک متاعِ کس مپرس
گوہرِ حکمت کی بنکر آبرو آیا ہوں میں
بہائی بہائی نوعِ انساں کو بنا دوں گر رہی
ہاں مٹانے ہستیٔ غیر و عدو آیا ہوں میں
درد سے الفت ہے مجھکو مفسدی سے بیر ہے
امن پھیلانے جہاں میں چار سو آیا ہوں میں
سنتِ باری کی ہے احکام میں میری جھلک
اصلِ فطرت کے مطابق ہو بہو آیا ہوں میں

سب رسولوں کی زبانوں پر میرا افسانہ تھا
شمعِ بزم راز تھا میں ہر نبی پروانہ تھا
اختلافِ فہم کی گو ڈال رکھی تھی نقاب
جلوہ گر اول سے میرا عارضِ جانانہ تھا
دم میرا بھرتا تھا موسیٰ میرا شیدا تھا خلیل
عیسیٰ مریم بھی میرے حسن کا دیوانہ تھا
دورِ آخر میں کیا کامل مجھے اس نور نے
جسکی شمعِ بزم کا روح الامیں پروانہ تھا
جلوہ گر وہ نور تھا اس کے جبینِ ناز میں
دیدہ موسیٰ جسکے جسکی حیرت کا نشانہ تھا
تاڑنے کو نازکیاں تکتے ہیں اربابِ نظر
جسم کے پردہ میں چھپا نازِ معشوقانہ تھا
سب بنی آدم کو اس نے ایک کنبہ کر دیا
اس کے حسنِ خلق سے اپنا ہر ایک بیگانہ تھا
بن گیا فیضِ قدم سے اس کے فردوسِ بریں
ورنہ ریگستانِ یثرب کیا تھا اک ویرانہ تھا
اس کا اک اک فعل انسان کی محبت سے بھرا
اس کا اک اک قول دلسوزانہ ہمدردانہ تھا
اس کے ہاتھوں سے بنا ایک نخلِ سبز و باردار
میں خلیل اللہ کا بویا ہوا اک دانہ تھا

(ع۔ ا)

(نیر تبسم)

مسلمان بہادر عورتین

اُمِ آبان

یہ معزز خاتون عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اور حضرت آبان بن سعید کی پیاری بیوی تہین۔ روز جنگ اجنادین واقع ملک شام ان کا نکاح آبان رضی اللہ عنہ سے ہوا تہا۔ جب ان کے خاوند جنگ دمشق مین شہید ہوئے تو اس وقت تک ان کے ہاتہون کی مہندی کا رنگ باقی تہا اور ان کے کپڑون سے خوشبو عطر و رسی آتی تہی۔ اس لڑائی مین وہ پیادہ اس جنگی عورتون کی جماعت مین تہین جنکی خاندانی شجاعت مشہور و معروف تہی۔ جب انہون نے اپنے شوہر کے شہید ہونیکی خبر سنی تو وہ گہبرا کر رزم گاہ کیطرف گئین۔ دامن لٹکنے کیوجہ سے وہ اس وقت قدم قدم پر ٹہوکرین کہاتی تہین۔ اس پریشانی حالت سے گرتی پڑتی تہین جب انکی لاش پر آئین تو انہون نے بجز صبر و شکر کے اور کوئی کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا۔ اس سے مخاطب ہوکر صرف اتنا ہی کہا کہ

هنئت بما اعطيت مضيت الى الحور العين الحوار رب العالمين هو الذي جمع بيننا ثم فرق والله لاجهدن حتى الحق بك لاني مشوقة - اليك لم ازومنك ولم تزومني ولكن بالله الا ان يبغضني بعتى حرام على ان يلامسني بعدك احد فقد حبست نفسي في سبيل الله عسى ان الحق بك وارجو ان يكون ذالك عاجلا۔

ترجمہ۔ جو کچہہ تمہین عطا ہوا وہ تمہین مبارک ہو۔ تم حور عین کے پاس اپنے پروردگار کے فردوس مین گئے جس نے ہمین اور تمہین ایک جا جمع کیا۔ اور پہر جدا کر دیا۔ خدا کی قسم مین یہان تک جہاد کرونگی کہ تم سے ملجاؤنگی کیونکہ مین تمہارے پاس آنے کی خواہشمند ہون۔ نہ مین تم سے بے پروا ہون اور نہ تم مجہہ سے۔ لیکن خدا نے میرے عیش کو منغص کیا حرام ہے کہ تمہارے بعد کوئی مرد مجہے چہوئے مین نے اپنے نفس کو خدا کی راہ مین قید کر دیا ہے قریب ہے کہ مین تم سے ملون۔ اور امید ہے کہ یہ امر جلد واقع ہو۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اُم آبان سے زیادہ صابر کوئی شخص دیکہنے مین نہین آیا۔

تجہیز و تکفین کے بعد اُم آبان نے اپنے شوہر کی لاش اسی مقام پر دفن کی جہان وہ شہید ہوئے تہے اور ان کے جنازہ کی نماز خالد بن ولید اور دوسرے دلاوران اسلام نے پڑہی۔ انکی تو مشہور ہے جب وہ خاک مین چہپا دیئے گئے تو پہر اُم آبان اون کے لئے نہ روئین اور نہ دفن کے بعد ٹہہرین وہ اپنے ہتیارون کے پاس آئین اور ان سے اپنے آپکو مسلح کیا۔ انہون نے ڈہال تلوار لگا کے ڈہاٹا باندہا۔ اور وہ اپنی زنانہ ہیئت مردانہ وضع کے ساتہہ بدل کر میدان کارزار مین پہنچین پہر انہون نے اس دروازے لوگون سے دریافت کیا جہان ان کے شوہر مارے گئے تہے۔ یہ دروازہ توما کے نام سے مشہور تہا۔ جو ہرقل بادشاہ کا داماد تہا۔ اور اسی نے انہین شہید کیا تہا۔ وہ شرجیل بن حسنہ کی جماعت مین ملگئین۔ اور کافرون سے ایک سخت جنگ کی۔ اُم آبان کو فن تیر اندازی مین کمال تہا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ نے بیان کیا ہے کہ بروز جنگ دمشق در توما پر مین نے ایک شخص کو دیکہا جس کے ہاتہہ مین صلیب تہی۔ یہ رومی سردار توما کے آگے تہا۔ اور ہماری طرف اشارہ کر کے کہتا جاتا تہا کہ "اے خداوند صلیب کو اور اس شخص کو جس نے اس سایہ مین پناہ لی ہے مدد دے۔ اور اپنے خداوند مسیح کو ظاہر کر اور ان پر غلبہ دے" شرجیل کہتے ہین کہ مین اسکی طرف دیکہہ ہی رہا تہا کہ اُم آبان نے تیر چلایا جو ٹہیک نشانہ پر لگا۔ اسیوقت اس رومی کے ہاتہہ سے صلیب گر پڑی جسمین چمکتے ہوئے جواہر جڑے تہے۔

جب یہ صلیب مسلمانون کے ہاتہہ مین آگئی۔ تو عیسائیون کے دل پر سخت چوٹ لگی جوش مذہبی سے آگ ہوکر انہون نے بحیثیت اجتماعی لشکر اسلام پر ایک نہایت ہی سخت حملہ کیا اور صلیب کو حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ہاتہہ سے چہیننا چاہا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب شرحبیل بن حسنہ نے توما کو بہت ہی غصہ کے ساتہہ اپنی طرف حملہ آور دیکہا تو انہون نے زمین پر صلیب پہینکدی اور اپنی تلوار میان سے کہینچ لی اور اس سے مقابلہ کیلئے آگے بڑہے توما صلیب کو زمین پر پڑا دیکہکے اپنے بہادران لشکر کو آواز دی۔ آواز پر اوس کے سپاہی بغرض کمک اس کے پاس آگئے۔ جب اُم آبان نے یہ ماجرا دیکہا تو انہون نے اپنے لشکر کے غازیون سے پوچہا "یہ کون شخص ہے جو لشکر اسلام پر اس سختی سے حملہ آور ہے" لوگون نے کہا "یہ بادشاہ ہرقل کا داماد توما ہے جس نے تمہارے خاوند سعید بن العاص کو قتل کیا ہے"۔ یہ سنکر اُم آبان نے سخت حملہ کیا اور وہ توما کے قریب دوڑ کر پہنچین۔

انہون نے اپنا تیر کمان مین جوڑ کے توما کیطرف چلایا یہ دیکہکے چارون طرف سے کفار رومیون نے اُم آبان کو آکر گہیر لیا اور ان پر وار کرنے لگے لیکن اُم آبان نے انکی جانب ذرا بہی توجہ نکی اور پہر ایک تیر کمان مین جوڑکر ان کے افسر توما کیطرف سیدہا کیا جب بسم اللہ کہکر انہون نے تیر چہوڑا تو وہ اسیوقت توما کی بائین آنکہہ مین جا لگا جبکہ وہ شرجیل بن حسنہ پر غالب ہوا ہی چاہتا تہا اور صلیب اٹہانے ہی کو تہا۔ اس تیر کے لگتے ہی وہ پیچہے پہرا۔ اور اُم آبان نے دوسرا تیر کمان مین جوڑنا چاہا۔ لیکن توما کے ہمراہیون نے اسے اپنی ڈہالون مین چہپا لیا۔ اس وقت اُم آبان متواتر تیر چلاتی تہین

اشعار

اُمَّ اَبَانَ فَاطْلُبِی ثَارَكِ
اے اُم آبان تو بدلا لے
صُولِی عَلَیْهِمْ صَوْلَةَ الْمُتَدَارِكْ
ان پر تو سخت سزا دینے والا حملہ کر
قَدْ ضَجَّ جَمْعُ الرُّومِ مِنْ نِبَالِكْ
تیرے تیرون نے رومی چلا اٹہے ہین
اَقْسَمْتُ لَا اُحَدِّثُ عَنِ الْمَعَارِكْ
مین نے قسم کہائی ہے کہ معرکون کو بیان کرون
وَکُنْتُ مَا عِشْتُ لَكُمْ بِتَارِكْ
اور جیون گی تمہاری جدائی کے بعد

واقدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ پہر اُم آبان نے ایک کو تیر مارا جو اس کے سینہ مین لگا۔ اس کے زخم سے وہ زمین پر گر پڑا۔ پہر انہون نے اوس پر دوسرا تیر چلایا جو اسکی گردن مین جاکر بیٹہا۔ اور وہ اس کے صدمہ سے راہی ملک عدم ہوا۔

جب توما۔ اُم آبان کا تیر کہا کے میدان جنگ سے بہاگا تو اس نے اپنے شہر مین پہنچکر دم لیا۔ تیر اس کی آنکہہ مین اس زور سے آکر بیٹہا تہا۔ کہ اس کا نکالنا دشوار تہا اس کی قوم کے بڑے بڑے معزز نصرانی جو اس کے گرد جمع تہے۔ اس تیر کی نکالنے کی کوشش کرتے تہے مگر وہ توما کی آنکہہ مین سے نکلتا نہین تہا۔ اور توما درد سے نالہ و فریاد کرتا تہا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو تیر کی ڈانڈ کاٹ دیگئی اور اوس کا پیکان آنکہہ ہی مین قائم رہا۔ اس زخمی آنکہہ پر پٹی باندہنے جانے کے بعد اس سے میدان جنگ مین پہر جانے کیلئے کہا گیا۔ لیکن اوس نے دروازہ کے باہر قدم تک نہ رکہا۔

خالد بن ولید کو اُم آبان کی اس بہادری توما کے زخمی ہونے اور صلیب کا ہاتہہ آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ جب آدہی رات ہوئی اور میدان کارزار بدستور گرم رہا۔ تو ہر ایک شخص اپنے قریب والے آدمی سے لڑنے لگا۔ اور اپنے اور پرائے کی کوئی تمیز باقی نہ رہی۔ اُم آبان شرجیل بن حسنہ کے ساتہہ تہین۔ اس رات معرکہ کارزار مین ان سے بڑا صبر و استقلال ظاہر ہوا۔ وہ متواتر لشکر مشرکین پر تیر چلاتی تہین۔ جو اکثر تیر ایک کافر کو قتل کرتا تہا۔ انہین رومی مرد سمجہتے تہے جب صرف ایک ہی تیر ان کے پاس باقی رہا تو وہ اسے لیکر لشکر مخالف کے دائین بائین دیکہنے لگین۔ اتنے مین ایک رومی آدمی ان کے قریب آیا۔ اُم آبان نے پہرتی سے یہ تیر اسکی طرف چہوڑا جو اس کے سینہ مین جاکر بیٹہا۔ تیر لگتے ہی اس رومی آدمی نے اپنی قوم کو آواز دی اور اُم آبان کو جہپٹ کر حملہ کیا۔ اس آواز کے سنتے ہی اسکی قوم بغرض اسکی اعانت کیلئے پہری اور ناگہان دوڑ کے اُم آبان کو گرفتار کر لیا مگر اس مسلمان بہادر عورت کے تیر کا گہایل پہر جانبر نہ ہوا۔

جب رومی اُم آبان کو قید کر کے لیچلے تو دفعتاً ایک مسلمانونکی جماعت نے اس واردات کو دیکہا۔ ان مین سے عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق۔ اور آبان بن عثمان رضی اللہ عنہم نے یہ ملاحظہ فرمائے کہ اُم آبان کو دو سوار رومی پکڑے ہوئے لئے جاتے ہین اور وہ فریاد کرتی جاتی ہین کافرون پر جہپٹ کر حملہ کیا اور ان دونون رومی سوارون کو قتل کر کے اُم آبان کو رہائی دی۔

اس لڑائی کے علاوہ اُم آبان اور معرکون مین بہی شریک رہی ہین اور کئی مقامات پر دشمنون کے ہاتہون مین گرفتار ہوئی ہین۔

اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہے کہ مسلمان عورتین بہی فوجی کامون مین حصہ لیتی رہی ہین اور برابر مقابلہ کرتی تہین۔ . . . . . . کیونکہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت مین گذرا ہے اور انہین کے زمانہ خلافت مین اور عورتین بہی ان لڑائیون مین شریک ہوئی ہین۔ . . . . .

. . . .

. . . .

اس زمانہ کے ہندی مسلمان جو ہندو قوم کیسی میل جول سے اپنے تمام عہد اور سعید اسلامی باتون کو بنظر استعجاب دیکہتے ہین اور قرآن شریف کو چہوڑ کر منو جی کے شاستر پر چلتے ہین عورتون کے ستم جائز۔ حقوق کی ہرگز پروا نہین کرتے . . . . . . نالائقون نے اسلام کو اپنے ہندی رسم و رواج سے ایسا بدنام کر رکہا ہے کہ جاہل اشخاص غیر مذہب ان بد رسمونکو اسکیطرف منسوب کرتے ہین حالانکہ اسلام وہ پاک دین ہے جو دنیا و دین دونون مین ایک قسم کا اعلے درجہ کا مہذب اور لائق بنا دیتا ہے جسقدر عورتون کو اسلام نے حقوق عنایت فرمائے ہین وہ اور کسی مذہب اور قانون نے نہین دیئے

(اصلاح نسواں)

جنگ کی مخالفت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

باب (۸)

جو لوگ کہ مذکورہ بالا عملی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں وہ کہیں گے کہ جو بدی ہم پر نازل ہے اس سے مخلصی حاصل کرنے کیواسطے صرف چند آدمیوں کا نہیں بلکہ بالعموم سب آدمیوں کا اپنی حالت پر غور کرنا لازم ہے۔ اور اس کے بعد یہ سب ایک ہی طرح خدا کی مرضی کا بجا لانا اور پڑوسی کی خدمت کرنا اپنا عین فرض سمجھیں گے۔

کیا یہ ممکن ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ یہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا نہ ہونا ناممکنات میں داخل ہے۔ انسانوں کا اپنی حالت پر غور نہ کرنا ناممکنات میں داخل ہیں۔ کیونکہ انسان اپنی ہستی کے مدعا کو معلوم کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے ہمیشہ اپنے آپ سے یہی سوال کیا ہے۔ اور اس کو اپنی مذہبی استعداد کے مطابق یہی جواب ملتا رہا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگ بھی قانون زندگی کو تسلیم کرنے اور لوگوں کے ساتھ محبت اور انکی خدمت کرنے کے اصول کو سمجھنے کے ساتھ بجز اس کے کوئی دوسرا جواب نہیں دے سکتے کہ انسانی زندگی کے مدعا کی نسبت صرف یہی معقول جواب ہو سکتا ہے۔ اور ایک ہزار نو سو سال گذرے ہیں کہ یہی دین عیسوی میں ظاہر کیا گیا تھا اور انسانی ذات کی ایک بڑی تعداد کو اس کا علم ہے۔

یہی جواب ہمارے زمانہ کی عیسائی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہو کر ہماری زندگی کا ہادی نہیں ہوتا کیونکہ ایک طرف تو وہ لوگ جو سائنس دان کہلاتے ہیں اس بھاری غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ مذہب انسانی ذات کی ترقی میں محض ایک زینہ ہے جس کے بغیر انسان کا گذارہ ہو سکتا ہے اور یہ لوگ اپنے اس خیال فاسد کو ابتدائی تعلیم پانے والوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اور دوسری جانب معتقد لوگ بعض دفعہ دانستہ اور بسا اوقات بے خبری سے لوگوں کے دلوں میں دین عیسوی کی نسبت بے سروپا تعصب پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

اگر یہ دونوں حیل اور فریب غارت کئے جاتے تب سچا مذہب جو پہلے ہی لوگوں کے دلوں میں پنہاں ہے عالم شہود میں آ سکتا ہے۔ مدعا حاصل کرنے کیواسطے ... لوگوں کو سمجھنا چاہئے

کہ تمام لوگوں کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنے کا اصول اور نیز یہ قاعدہ کہ ... جو بری ... انسانی تھیوریوں کی ایک بڑی تعداد کا سرسری یا عارضی ماحصل نہیں جسکو کسی دوسرے خیال کے تابع کر سکیں بلکہ یہ ایک پختہ اصول ہے جو دوسرے خیالات سے اعلیٰ اور برتر رہنا چاہئے۔ اور یہ ازلی خداوند کے ساتھ انسان کے غیر متغیر تعلقات سے پیدا ہوا ہے اور سب مذہبوں کا مذہب ہے۔ اس لئے اس پر ہمیشہ عمل کرنا چاہئے۔

قطع نظر اس کے جو لوگ دین عیسوی کی آڑ میں مذہبی تعصبات پھیلاتے پھرتے ہیں۔ انہیں خوب سمجھنا چاہئے کہ یہ تمام ہدایتیں اور رسم و رواج جنکی یہ تائید اور منادی کرتے پھرتے ہیں صرف غیر ضروری ہی نہیں بلکہ بدرجہ غایت مضر اور مخرب ہیں۔ اور انسان سے اس بڑی مذہبی سچائی کو مخفی کرنیوالی ہیں۔ جو خدا کی مرضی کو پورا کرنے سے۔ اور لوگوں کی خدمت کرنے سے اور اس قاعدہ سے حاصل ہوتی ہے کہ ہمیں لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمارے ساتھ کریں۔ یہ عیسائی مذہب کے بڑے اصولوں میں سے ایک نہیں بلکہ انجیل کا سالم عملی مذہب ہے ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ انسان کی عمدہ زندگی کے واسطے مذہب کا ہونا لابدی امر ہے اور یہ مذہب اس زمانے کے لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی موجود ہے۔ پس جو لوگ اکثر یا نادانستہ کلیسیائی تعصبوں سے لوگوں کو احمق بنا رہے ہیں وہ اس حرکت سے باز آ جائیں۔ اور لوگوں کو یہ تلقین دینے کی کوشش کریں کہ دین عیسوی میں نہ تو اصطباغ اور نہ ہی کسی ہدایتوں وغیرہ کی پابندی لازمی ہے بلکہ صرف یہ اصل اصول ہے کہ اپنے پڑوسی سے محبت کریں اور دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا کہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ کریں اسی میں سب قانون اور نبیوں کے صحائف آ جاتے ہیں۔

اگر جھوٹے عیسائی اور سائنس دان پہلے یہ سادی صاف اور ضروری سچائیاں خود سمجھ جائیں اور پھر بچوں اور نا تعلیم یافتہ لوگوں میں ان کی منادی کرنا شروع کر دیں اور اپنی پیچیدہ اور غیر ضروری تھیوریوں کی وعظ کو چھوڑ دیں تو پھر سب لوگ اپنی زندگی کے مدعا کو یکساں سمجھ سکیں گے اور اپنے سچے فرائض پر عمل کرنے لگیں گے۔

باب (۹)

لیکن اب جبکہ ہمارے دشمن روس میں ہمارے گلے پڑ رہے ہیں اور ہمارے لوگوں کو تیغ

بکر رہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہم اپنے دشمنوں کو اپنے مقبوضات تباہ کرنے دیں؟ اور اپنی محنت کی پیداوار ان کو ... دیں اور اپنے آدمیوں کو ہلاک کرنے دیں یا ہتھکڑیاں ... پہنانے دیں۔

قبل اس کے کہ جنگ کی کارروائی شروع کی گئی تھی (بلا لحاظ اس کے کہ کون شخص اس کا آغاز کرنیوالا تھا) ہر ایک واقف کار اور بیدار شخص کو یہی کہنا اور سوچنا چاہئے تھا کہ میری زندگی کے مدعا کو پورٹ آرتھر کے متعلق چینیوں۔ جاپانیوں یا روسیوں کے حقوق کے ساتھ کوئی سروکار نہیں میری زندگی کا مدعا صرف یہی ہے کہ میں اسکی زندگی کو پورا کروں جس نے مجھ کو یہ زندگی بخشی ہے اور میں اس مرضی کو خوب جانتا ہوں۔ اور وہ یہی ہے کہ میں اپنے پڑوسی سے پیار کروں اسکی خدمت بجا لاؤں اور عارضی سرسری اور ظالمانہ تقاضوں کے حکم میں آ کر راہ راست سے گمراہ نہ ہوں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اپنی زندگی کے دائمی اور بے بدل قانون پر عمل نہ کروں؟ اگر کوئی خدا ہے تو مجھ سے مرنے کے بعد یہ دریافت نہیں کریگا کہ میں نے چینا پو اس کے گوداموں سمیت یا پورٹ آرتھر کو بحیثیت مجموعی سلطنت روس کے دشمنوں کی دستبرد سے کیوں نہ بچایا۔ جو بطور ودیعت میرے سپرد نہیں کئے گئے تھے۔ بلکہ مجھ سے یہ دریافت کریگا کہ میں نے اس زندگی کو کس طرح استعمال کیا جو اس نے میرے زیر اقتدار کی تھی؟ اور میں اس کو اس مصرف میں کیوں نہ لایا جس کے واسطے یہ تیار کر کے میرے حوالہ کی گئی تھی؟ کیا میں نے اس کے قانون کو پورا کیا ہے؟

اب سوال کی بابت کہ جنگ کے چھڑ جانے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یہی جواب ہے کہ جو شخص اپنے زندگی کے مدعا کو سمجھتا ہے خواہ اس کا دنیاوی منصب کچھ ہی ہو۔ خواہ جنگ شروع ہو یا نہ ہو۔ خواہ ہزارہا روسی یا جاپانی تہ تیغ کئے جاتے ہوں۔ خواہ صرف پورٹ آرتھر ہی نہیں۔ بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو بھی مسخر کیا گیا ہو۔ میں بجز اس کے کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ خداوند خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ لہٰذا میں بحیثیت انسان کے تو جنگ کا نہ مرتکب اور نہ امداد اور نہ برداشت دینے اور نہ مدد کرنے سے اور نہ تحریک اور تحریص دلانے سے جنگ میں شریک ہو سکتا ہوں۔ خدا کی مرضی کے خلاف عمل نہ کرنے سے مثلاً جو کچھ وقوع میں آئے۔ وہ تو میں نہیں جانتا۔ اور نہ جان سکتا ہوں۔ لیکن میرا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کی مرضی کو بجا لانے سے وہی نتیجہ نکلیگا جو میری ذات اور نیز دیگر سب لوگوں کیواسطے مفید ہو گا۔

اگر ہم روسی اس وقت جنگ کو چھوڑ دیں اور جو کچھ جاپانی ہم سے چاہتے ہیں وہ دینا منظور کر لیں تو آیا تو اس کے نتیجہ سے نہایت ڈر ...

لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اس مذہب کے لوگوں میں قائم ہونے سے انسانی ذات کو وحشیانہ حرکات اور ذاتی تباہی سے نجات ملتی ہے جو پڑوسی سے پیار کرنا اور اسکی خدمت کرنا سکھاتا ہے۔ تب ہر ایک جنگ اور جنگ کا ہر ایک گھنٹہ اور اسمیں میرا شریک ہونا اس ممکن نجات کو زیادہ تر مشکل اور بعید کرتے ہیں۔

پس روسیوں کا۔ جاپانیوں کے مطالبوں کو منظور کرنا گویا تباہی اور بربادی سے مخلصی حاصل ہونے کے مساوی ہے۔ حالانکہ جسقدر جنگ کا پیچھا کیا جائیگا۔ اسیقدر جنگ کی مصیبتوں سے مخلصی حاصل کرنے کے ذرائع ہم سے دور اور بعید ہوتے جائیں گے۔

اگر یہ صورت ہو تاہم جواب دیا جاتا ہے کہ جنگ تب ہی ختم ہو سکتی ہے جبکہ سب لوگ یا ان کا بڑا حصہ اس میں شریک ہونے سے انکار کرے۔ لیکن ایک شخص کا انکار کرنا خواہ بیزار روس یا سپاہی ہو بلا ضرورت اور کسی کو ذرہ بھی فائدہ پہنچانے کے بغیر اس کیلئے وبال جان ہوگا۔ اگر اس وقت زار روس جنگ کو چھوڑ دے تو اس کو تخت چھوڑنا پڑیگا اور عجب نہیں کہ قتل بھی کیا جاوے۔ اور اگر کوئی معمولی شخص ملٹری سروس سے انکار کردے تو یا تو اس کو فوج کو بھیجا جائیگا۔ یا بندوق کی گولی سے ہلاک کیا جاویگا۔ پس کیوں کوئی شخص ناحق اپنی قیمتی زندگی کو تباہ و غارت کرے جس سے سوسائٹی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو؟ مگر یہاں لوگوں کا عام سوال ہے جو اپنی زندگی کے مدعا پر غور نہیں کرتے اور اس لئے اس کو بالکل نہیں سمجھتے۔

لیکن جو شخص اپنی ہستی کی غرض کو سمجھتا ہو یعنی کہ مذہبی آدمی ہو وہ کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ اپنے فعل کے قیاس کئے ہوئے نتائج کے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی ہستی کے مدعا سے واقف ہوتا ہے کارخانے کا کاریگر کارخانہ میں جا کر اپنا متعلقہ کام کرتا ہے۔ اور اپنی محنت کے نتیجہ پر مطلق غور نہیں کرتا۔ اسیطرح سپاہی اپنے کمانڈر کی مرضی بجا لاتا ہے۔ اور مذہبی آدمی بھی وہ کام کرتا ہے جو خدا نے اس کے واسطے مقرر کر چھوڑا ہے اور اس کے نتیجہ کو نہیں سوچتا پس مذہبی شخص کو اس سوال سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ آیا تھوڑے یا بہت لوگ وہی کام کرتے ہیں جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور نہ اس کو سوچنا پڑتا ہے کہ جو کچھ یہ کرتا ہے۔ اس کا اثر اس پر کیا ہوگا اسکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ میرے لئے زندگی یا موت ہے اور وہ زندگی یا موت اسی خدا کے ہاتھوں میں ہے جسکا حکم میں بجا لا رہا ہوں

(باقی)

پس مذہب کو یا مذہبی امور کو محض فضول اور بے معنی خیال کرنا یا اسے ترک کرنا چاہتا ہے یا اگر اس لئے ایسا کرنے سے اس کی ذات کو یا دوسرے شخصوں کو فائدہ پہنچیگا۔ بلکہ اس خیال سے کرتا ہے کہ اس کی زندگی خدا کے ہاتھوں میں ہے لہذا یہ اس کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

باب (۱۰)

لیکن دشمنوں کا کیا حال ہے جو ہم پر حملہ آور ہیں؟ حضرت عیسیٰ مسیح کے بارہ حواریوں کی تلقین میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو تمہارا کوئی دشمن نہیں رہے گا۔

اس جواب میں محض لفاظی نہیں کی گئی۔ جیسا اکثر لوگ دشمنوں کے ساتھ پیار کرنے کی سفارش کو مبالغہ سمجھا کرتے ہیں بلکہ اس کی مراد کچھ اور ہی ہے۔

دشمنوں سے پیار کرو یعنی جاپانیوں اور چینیوں سے جن سے مجھول لوگ تمہیں متنفر کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ پیار کرنے کے معنے یہ ہیں کہ انہیں افیون سے زہر دینے کا حق حاصل کرنے کے واسطے قتل کرو جیسا کہ اقوام یورپ نے کیا۔ اور ان کا ملک لینے کے واسطے انہیں ہلاک نہ کرو۔ جیسا کہ فرانسیسیوں، روسیوں اور جرمن لوگوں نے کیا ہے اور ان کو نقصان پہنچانے کے واسطے انہیں زندہ دفن کرنے کی سزا نہ دو اور نہ انہیں بالوں سے اکٹھا باندھو اور نہ دریائے امور میں انہیں غرق کرو جیسا کہ روسیوں نے کیا۔

شاگرد اپنے استاد سے بڑھکر نہیں ہوتا اس لئے اپنے استاد جیسا ہونا ہی کافی ہے۔ زرد رو لوگوں سے جن کو ہم اپنا دشمن کہتے ہیں محبت کرنے کے یہی معنے ہیں کہ ان لوگوں کو عیسوی مذہب کے نام سے آدم کے زوال۔ شفاعت اور قیامت وغیرہ کی لغو تعصبات کی تعلیم نہ دیجائے اور انہیں دوسروں کو دہوکا دینے یا ہلاک کرنے کا درس نہ دیا جائے۔ بلکہ انہیں انصاف بے تعصبی۔ رحم اور محبت کرنے کا سبق دیا جائے اور یہ صرف زبانی جمع خرچ پر ہی ختم نہ کیا جائے بلکہ اپنی زندگی کی نیک مثال ان کے پیش کیجائے۔

ہم ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے رہے ہیں اور اب کر رہے ہیں۔

بیشک اگر ہم اپنے جاپانی دشمنوں کے ساتھ محبت کرتے بلکہ اب بھی محبت کرنا شروع کریں۔ تو ہمارا کوئی دشمن نہیں رہیگا۔

خواہ یہ ان لوگوں کو کیسا ہی حیرت انگیز معاملہ معلوم ہو جو ملٹری نقشوں۔ تیاری سامان جنگ ڈپلومیٹک خیالات۔ مالی معاملات اور سیاسی امور وغیرہ وغیرہ میں مصروف ہوں اور جن کے ذریعہ سے یہ انسانی ذات کو مصیبتوں سے مخلصی دلانا خیال کرتے ہوں۔

اور انسان کو نہ صرف جنگ کی مصیبتوں سے بچانا چاہتے ہوں بلکہ تمام مصائب سے جو لوگ اپنے اعمال وافعال سے اپنے اوپر نازل کرتے ہوں۔ تو یہ مدعا شاہوں اور شہنشاہوں کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو امن کے واسطے اتحاد قائم کر سکتے ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کی معرفت جو شاہوں یا شہنشاہوں کو تخت سے اتار سکتے ہوں۔ یا شاہی سلطنتوں کی جگہ پبلک گورنمنٹ قائم کرا سکتے ہوں اور یہ مدعا نہ تو امن کی کانفرنس کے منعقد کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور نہ سوشلسٹ فرقہ کے بدمعاشوں کے پروگرام پورا کرنے سے۔ اور نہ خشکی یا تری پر فتوحات حاصل کرنے یا کمین اٹھانے سے۔ اور نہ کتب خانوں یا یونیورسٹیوں سے۔ اور نہ لچر و لغو ذہنی مشقوں سے جنکو سائنس کہتے ہیں۔ بلکہ محض ایسے سادہ اور معمولی لوگوں کی طفیل ہو سکتا ہے جیسے دکھوبور۔ ڈروجن۔ اور گلسوک۔ روس میں نزوی۔ ہالینڈ میں۔ نزارینس آسٹریا میں اور کانٹرسٹر فرانس میں گزر رہے ہیں۔ اور یہ کسی بیرونی تبدیلی سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی مرضی لانے سے ہوتا ہے جس نے ان کو دنیا میں بھیجا اور صرف ایسے لوگ اپنے آپ میں اور اپنی روحوں میں خدا کی بادشاہت کو سمجھکر کسی بات کو آماجگاہ بنانے کے بغیر خدا کی وہ بیرونی بادشاہت قائم کر سکتے ہیں جس کے ہر ایک روح انسانی ترس رہی ہے۔

ان بلاؤں سے مخلصی محض اسی طرح ہو سکیگی جس کے واسطے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ دنیا کے لوگوں کو جس مصیبت سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ محض اس وجہ سے ہے کہ یہ عارضی طور پر اپنا مذہب چھوڑ بیٹھی ہے۔ بعض لوگوں نے مذہب اور سائنس کے مابین جو اس زمانہ کے لوگوں نے حاصل کیے ہیں تفاوت کا درجہ دیکھکر فیصلہ کر دیا ہے کہ بالعموم مذہب ضروری نہیں۔ لہذا مذہب کے بغیر رہتے ہیں اور یہی دوسرے لوگوں سے منادی کرتے رہتے ہیں۔ اسیطرح دوسرے لوگ بھی انکی تقلید کرنے لگ جاتے ہیں اور خالی بیرونی رسوم پر اعتقاد رکھتے ہیں جن سے انسانوں کی رہنمائی نہیں ہو سکتی۔

تاہم جو مذہب ہماری موجودہ ضروریات کو پورا کر سکتا ہے موجود ہے اور سب لوگ اس سے واقف ہیں اور عیسائی اہل دنیا کے دلوں میں چھپا ہوا ہے اور اس کو عالم شہود میں لانے کے واسطے مناسب ہے کہ تعلیم یافتہ اور لوگوں کے لیڈر اس بات کو سمجھتے کہ خود سمجھیں کہ انسان کو مذہب کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر اس کی زندگی کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور جس کا نام انہوں نے مذہب کہا ہوا ہے۔ یہ مذہب کا کام نہیں ویسا اور جوزی اقتدار اور خالی مذہبی ضوابط و آئین کے مدعی ہیں۔ وہ دلوں میں خوب سمجھ جائیں کہ یہ مذہب نہیں بلکہ سچے مذہب کو نرسائی حاصل کرنے میں رکتا وٹیں ہیں یہی آدمی کی نجات کے بعض یقینی اسباب یہی ہیں کہ یہ وہ کام نہ کرے جو اس کے سچا مذہب اختیار کرنے میں حائل ہو۔ (باقی آئندہ)

استفسار اور ان کے جواب

(سلسلہ کیلئے دیکھو الحکم نمبر ۳۲ صفحہ ۹)

باقی جواب سوالات مرسلہ نواب علی شاہ از کرنال

جواب (۲) وَ اٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ ترجمہ۔ اور ہم نے مریم و مسیح کو تکلیف و مصیبت سے بچا کر ایک بلند ٹیلے پر پناہ دی جو چشمہ دار اور ان کے لئے قرارگاہ تھا۔ سابق مفسروں اور مورخوں نے اس ٹیلے کو معین نہیں کیا ادہر ادہر دیکھ بھال کر آخر تک وشبہ میں ہی واللہ اعلم کہکر چلے گئے۔

شکی بات انسان کو ہمیشہ قلق و اضطراب میں رکھتی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جو بات قرآن کریم میں نازل فرمائی گئی ہے۔ وہ ازالہ شک و شبہ و وہم و گمان کو دور کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ دیکھو مفسرین اور مورخوں کے اقوال اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام میں کتنا بڑا تناقض و اختلاف ہے ابن اثیر اپنی تاریخ میں مفسرین کی رائے لکھتا ہے ان مریم حملت المسیح الی مصر بعد ولادتہ ومعھا یوسف وھی الربوۃ التی ذکرھا اللہ تعالیٰ وقیل دمشق وقیل بیت المقدس وقیل غیر ذالک یعنی مریم علیہ السلام مسیح کو پیدائش کے بعد مع یوسف نجار مصر میں لیگئی۔ یہی وہ ٹیلہ ہے جس کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ٹیلہ دمشق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ٹیلہ کوئی اور مقام ہے۔

مفسرین اور مورخین نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہی کچھ ہے کسی نے کوئی مقام مقرر نہیں کیا سب نے ٹکریں چلائیں اور اٹکلیں لگائی ہیں مگر خدا نے ربوہ کا ذکر اس پیرایہ سے کیا ہے کہ وہ بالکل قابل اطمینان اور تسلی دہ ہے مورخین اور مفسرین نے جو اقوال لکھے ہیں انکو پڑھکر غور کرو کہ وہ کسقدر اطمینان و تسلی سے دور کرنے والے اور شکوک و شبہات بڑھانے والے ہیں پس اطمینان بخش و تسلی دہ وہی قول ہے جو خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ وَ اٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ اس آیت میں مسیح اور اس کی والدہ کے متعلق اور اس مقام کا حال جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔

(۱) اول خداوند تعالیٰ نے مسیح اور اسکی والدہ کو ایک سخت مصیبت کے بعد پناہ دامن میں لے لیا ہے[2] اور عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ پر واقعہ صلیب سے پہلے کوئی ایسا سخت واقعہ نہیں گذرا جیسا کہ مسیح کو صلیب پر مارنے کیلئے یہودیوں نے کوشش کی تھی۔

(۲) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مسیح اور اس کی والدہ کو اس واقعہ کے بعد کسی دوسرے ملک میں لے گیا اگر وہ دمشق و مصر میں دوسرے واقعہ کے بعد جاتے تو وہاں یہودی فریسی انکو پھر تکلیف وایذا پہنچاتے کیونکہ وہ ان ممالک میں بکثرت موجود تھے جو دعوے مسیح کو سنکر غضبناک ہو رہے تھے۔ رسولوں کا کام دعوت الی اللہ ہوتا ہے اونکی زندگی صرف اسی کام پر وقف ہوتی ہے جب یہ کام پورا ہو جاوے تو وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں وہ جہاں ہوں دعوت الی اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کیطرف پیغمبر ہو کر آئے تھے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سے دس فرقے قبل ازیں جلاوطن کئے گئے تھے اور براستہ فارس۔ کابل و کشمیر میں آکر آباد ہوئے تھے ادہی دس فرقوں کیطرف مسیح علیہ السلام بھی براہ فارس کابل میں ہوتے ہوئے کشمیر میں آکر قیام پذیر ہوئے اور بنی اسرائیل کو دعوت کرتے رہے کابل و کشمیر و سرحدی مقامات کے لوگ سب بنی اسرائیل ہیں اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصلی آبا و اجداد اپنے ملک سے جلاوطن کئے گئے تھے۔

(۳) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ربوہ یعنے ٹیلہ کوئی عظیم الشان ہے جسمیں تنوین برائے تعظیم موجود ہے جغرافیہ کی رو سے کوہ ہمالہ زمین کے سب دنیا کے پہاڑوں سے بلند ہے اور کشمیر میں کوہ ہمالہ کے اندر واقع ہے۔

(۴) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ نے اس ٹیلہ پر ایک ہی تمام پر تادم آخر زندگی بسر کی ہے اور اس ٹیلہ پر اونکی قرارگاہ ہے۔

(۵) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اوس مقام کا پانی چشمہ دار اور بکثرت ہے اور وہ مقام بہ نسبت دیگر مقامات دنیا بہت

[1] ٹالسٹائی صاحب روس سے بڑے حکیم گنے جاتے ہیں مغربی دہریت کا جلوہ گاہ بگاہ دکھاتے جاتے ہیں۔ [2] یہ لفظ ایواء کسی سخت مصیبت کے بعد کسی کو پناہ دامن دینے میں استعمال کیا جاتا ہے

بنہ ہے نہ اور اسکا پانی صاف و خوشگوار ہے
(۶) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ کسی دوسرے ملک سے آکر اس مقام پر قیام پذیر ہوئے اور اسکو اپنا قرارگاہ ٹھہرایا۔

(۷) مذکورہ بالا امور مسیح اور اسکی والدہ کیلئے منجملہ انعامات الہی میں سے تھے اور خدا تعالے نے اون کو یہ نعمتیں عطا کرنے کے بعد پیرا دن تا دم زیست سلب نہیں کیں کیونکہ یہ بات خداوند تعالے کے شان سے بعید ہے ہر ایک رسول نے جب اپنے ملک سے ہجرت کی تو دوسرے مقام میں جب اوس کو پناہ ملی تو پھر وہاں سے اس کو نکالا نہیں گیا کیونکہ وہ مقام اس پیغمبر کیلئے خاص مادی الہی کا ہوتا ہے[1] مصر اور دمشق و بیت المقدس والی سب باتیں شکل میں کشمیر میں مسیح کے آنے کی تواریخ گواہ۔ قوم بنی اسرائیل خود گواہ اون کے شہرون اور گاؤن کے نام گواہ قرآن کریم گواہ۔ یوز آسف نبی نام گواہ۔ امام الہمام مسیح الموعود و مہدی المسعود خلیفۃ علیہ السلام گواہ۔ جو شخص اتنے معتبر گواہون کو نہ مانے اوس کا دل سیاہ۔

جواب سوم۔ بیوی مریم والدہ مسیح علیہ السلام کی قبر بھی کشمیر میں ہے مگر اس کی قبر کا نشان ابتک موجود و مشخص ہونا خداوند تعالے کے نزدیک قبر مسیح کیطرح ضروریات میں سے نہ تھا اب محض مسیح کی قبر کے نشان کا رہنا نصاری اور ان کے ہم قیاسون پر اتمام حجت کیلئے تھا ہزارہا پیغمبر و رسول زمین میں سلائے گئے اون کی قبرون کے نشان مٹ گئے موسی علیہ السلام کی قبر اور اسیطرح اور صدہا انبیا و اولیا کی قبرون کے نشان نہیں ملتے۔

خداوند تعالے کا قرآن کریم میں تاریخ اور جغرافیہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ انسانی ہدایت مقصود و مطلوب ہے لہذا وہ قرآن میں اسقدر پیغمبرون کا بیان کرتا ہے جسقدر آیندہ ازمنہ کے لوگون کے لئے مفید ہو۔ اگر قرآن میں ہر پیغمبر و رسول کی سوانح عمری و واقعات و وفات اور اون کے مکانات کا ذکر کیا جاتا تو اس کو کوئی پڑھ نہ سکتا اور اصلی مقصد و مطلب گم جاتا خیر الکلام ما قل و دل۔

جواب ۴۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج روحانی ہوا تھا وہ اعلی قسم کا کشف تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور اکثر معتبر رواۃ کا اسی پر اتفاق ہے حضرت امام غزالی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں اس بات کی تائید کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کو معراج روحانی ہوا تھا۔

جواب ۵۔ مردہ کو مالی بدنی عبادات کا ثواب بشرط خلوص نیت پہونچ سکتا ہے صدقہ و خیرات میں خلوص نیت و اقتدائی نبوی شرط ہے۔ ملا لوگون نے جو حیلے استفاط وغیرہ کے تراشے ہوئے ہیں وہ غلط ہیں۔ قرآن کریم و نقدیات و غلہ کا قبرستان میں لیجانا اور قرآن کو مکر دینا وغیرہ وغیرہ طریق نبوی نہیں اور نہ صحابہ کرام کا یہ عمل تھا اور نہ آئمہ کرام و فقہا کرام عظام نے اس طریق کا انساط کیا بلکہ بعض جہلائے سندھ و پنجاب کا اپنا ہی تراشیدہ طریق ہے ملا لوگ اس کا نام حیلۃ الاسقاط ذنوب المیت رکھتے ہیں یہ رسوم سب غلط ہیں انکی کوئی سند قرآن کریم و احادیث نبویہ اور فقہ کی کتابون میں نہیں ہے جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں وہ سخت خطاکار ہیں مردہ کیلئے خلوص دل سے دعا کرنا اس کا جنازہ پڑہنا۔ اس کیلئے روزہ رکھنا اس کیلئے حج کرنا اوس کیلئے مساکین و یتامی کو نقد و غلہ دینا۔ کنوان تالاب مسجد بنوانا کار ثواب میں داخل ہے ان اشیاء کا اوس کو ثواب پہونچ سکتا ہے قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ثابت ہے مگر خواہ مخواہ لوگون کو دکھلاوے کیلئے اور نمود و نمایش کی غرض سے مردہ کے پیچھے قبرستان میں غلہ و نقدیات و قرآن کریم کو لیجانے سے حبط اعمال کا اندیشہ ہے یہ کام کبھی نہ کرنا چاہئے اگر قبرستان میں آئے مردہ کے پاس جاکر صدقہ و خیرات تقسیم کرین تو بدعات محترعہ سے مجتنب رہکر بغیر سمعہ و ریا خیرات مستحقین میں تقسیم کرنا چاہئے۔

(۶) تعویزات کے لکھنے سے ایک قسم کا شائبہ شرک محسوس ہوتا ہے احادیث صحیحہ میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہمارے حضرت اقدس امام الہمام نے کبھی کسی کو تعویذ نہیں دیا۔

پڑہکر دم کرنا احادیث سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلعم اذا اوی فراشہ نفث فی کفیہ بقل هو اللہ احد وبالمعوذتین جمیعا۔ ثم مسح بہما وجہہ وما بلغت یداہ من جسدہ قالت عائشۃ فلما اشتکی کان یامرنی ان افعل ذالک بہ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم اپنے بستر پر بیٹھتے تو ہر سہ قل پڑھکر اپنے دونون ہاتھون کی ہتھیلیون پر پھونک کر اپنے چہرہ کو اور جہان تک آپ کے ہاتھ اپنے جسم پر پہونچتے پھیر دیتے حضرت عائشہ نے فرمائی ہیں کہ آنحضرت کو کوئی درد ہوتا تو مجھے حکم فرماتے کہ تم مجھے دم کرو۔ کذا فی صحیح البخاری۔

شامت اعمال ما آورد ایام چنین ما

مسلمانونکی بدقسمتی سے انکی اصلاح کی باگ ان ہاتھون میں لگگئی ہے جو کسیطرح سے بھی اس عظیم الشان کام کے اہل نہیں کہے جاسکتے **اصلاح قوم** کا منصب خود بخود ریفارمر بنجانے سے حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ چند دلخوش کن تقریرون یا تحریرون پر اس کا مدار ہے بلکہ **مصلح قوم** فی الحقیقت وہ ہوتا ہے **جو خداتعالی کی طرف سے اس خاص غرض اور مقصد کیلئے مامور ہوا ہو** اس سوا جو شخص نمود و نمایش کے خیال سے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیتا ہے یہی نہیں کہ وہ ناکام رہتا ہے بلکہ قوم کو بعض اوقات ایسی غلط راہ پر ڈالدیتا ہے جو اسکی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہو جاتی ہے علاوہ برین **اصلاح قوم** کی بہترین راہ ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ اسکی **مذہبی حالت** کو درست کیا جاوے جو اخلاقی۔ تمدنی۔ سیاسی۔ مجلسی۔ تجاراتی۔ غرض ہر ایک قسم کی بہتری اور بہلائی کو جامع ہوتی ہے لیکن اس زمانہ میں کچھ ایسی الٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جڑ کو کاٹ کر اسکی شاخون کی پرداخت کا سوال حل کیا جاتا ہے اسی قسم کی اصلاح کا خیال ایک مسلمان گریجویٹ مسٹر سجاد حیدر بی۔ اے کو پیدا ہوا ہے جنہون نے ہندوستان ریویو کے اگست نمبر میں ایک مضمون ”ایک تعلیم یافتہ مسلمانون کا الگ فرقہ“ کے نام سے شایع کرایا ہے۔ اس مضمون میں انہون نے کیا لکھا ہے اس کا ہول جانا اسکے ذکر سے بہتر تھا لیکن محض اس خیال پر کہ (یہ مضمون اسلام کو مخالفون نے اپنے اخبارات میں لیا ہے) ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسپر کچھہ لکھا جاوے ہم اس مضمون پر انشاءاللہ بالتفصیل لکھین گے یا کوشش کرینگے کہ اپنے مخدوم و محسن حضرت حکیم الامت سے کچھہ لکھا لین۔ فی الحال ہم انکی خلاصہ دیدیتے ہیں۔ مسٹر سجاد حیدر صاحب نے لکھا ہے کہ سب انگریزی دان چھوٹے چھوٹے اختلاف کو چھوڑ کر مفصلہ ذیل اہم امور میں باقی مسلمانون سے اختلاف رائے رکھتے ہیں مگر اخلاقی جرأت کی کمی ہے کہ وہ انپر عملدرآمد نہیں کرتے

(۱)۔ اسلام کثرت ازدواج کو جایز نہیں رکھتا (۲) اسلام میں پردہ کی تاکید نہیں (۳) از روئے شرع معاملات تجارت میں سود لینا جایز ہے (۴) طلاق کے بارے میں کسی حد تک احکام سخت ہونے چاہئے (۵) قانون وراثت اور دیگر قوانین متعلقہ تمدن ناقابل ترمیم نہیں ہیں (۶) بسا اوقات رعایت قومی بالائے طاق رکھدینی چاہیئے (۷) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں علوم جدیدہ کا لحاظ رکھنا چاہیئے انسانی علوم میں جو سب سے اخیر انکشاف ہوا ہے قرآن کی تفسیر کرتے وقت زیر نظر رہے۔ دیگر کوئی ایک امور ہین جنمین تعلیم یافتہ اور باقی مسلمانون میں اختلاف ہے سب کی تفصیل نہیں کیجا سکتی مثال کے طور پر قرآن اور نماز اردو میں یا ایسی زبان میں پڑھنا چاہئے جسے پڑھنے والا جانتا ہے دیکھو میگزین مذکور کا صفحہ ۱۶۵۔

مسٹر سجاد حیدر ہی پہلا مسلمان نہیں جس نے مسلمانون کی ایسی ہمدردی کرنی چاہی ہو۔ بلکہ ان سے پہلے ذریل میان شاہدین صاحب نے اس رسالہ کے مارچ کے نمبر میں مسٹر سید کیشیت مذہبی ریفارمر کے عنوان سے جو آرٹیکل لکھا ہے انہون نے اسمین یہی سفارش کی ہے کہ نماز کے تقرر اوقات کی ضرورت نہیں اور وضو صحت ہی ضبط اوقات نماز پنجگانہ اور روزہ سوسائٹی کی ابتدائی حالت میں مناسب حال تھے اب انکی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ دیکھو صفحات ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ اخیر پر وہ مسلمانون کو ایک نہایت مفید (بخیال خویش) مشورہ دیتے ہیں کہ ان کے طریق معاشرت میں معقولیت کا رنگ ہونا چاہئے۔ ورنہ مسٹر رینان کا مقولہ جو انہون نے بیس برس ہوئے بیان کیا تھا ہماری حالت پر صادق آجائیگا کہ یہ بنی نوع انسان کی اعلی درجہ کی خدمت کرنا ہے کہ ان کو اسلام کی قید سے آزاد کیا جاوے“ اور قریبا اسی قسم کی بحث مسلمانون کے مشہور اخبار ابزرور میں بھی ہو رہی ہے۔ تعجب!!!

غرضکہ

مسلمانون کیحالت بہت ہی کچھہ قابل رحم یا قابل افسوس ہو رہی ہے اور اسکی بڑی وجہ وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کی ہے **زمام اصلاح** وہ لوگ اپنے ہاتھون میں **لینا چاہتے ہیں جن کو خدا تعالے نے اس منصب پر مامور نہیں کیا** یہ حالت ہے جو اندرونی طور پر مسلمانون کی ہو رہی ہے اور اس پر بھی بعض خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے اپنے دین کی حمایت اور حفاظت کا باوجود وعدہ حفاظت کوئی آسمانی انتظام نہیں کیا؟ یہ انکی غلط فہمی اور قیاس برنفس ہے خدا تعالی نے انجز وعدہ کی موافق اسلام کی **حفاظت** کا آسمانی انتظام فرمایا ہے اور ایک **مامور** کو اس غرض کیلئے بھیجا ہے **لیکن اسکو شناخت کرنا یہ خدا کے فضل پر موقوف ہے** ہم اسکا پتہ دیتے ہیں کیا عجب سعادت مند روحین اس سے فائدہ اٹھائین۔ وہ **مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی** (علیہ الصلوۃ والسلام) ہے جو **مسیح موعود** کے نام سے آیا ہے مبارک وہ جو اسکو قبول کرے مسٹر سجاد حیدر اور ذریل میان شاہدین صاحب اور سید ولایت حسین احمد صاحب بی۔ اے کے مضامین اس قابل ہیں کہ اہل نظر مسلمان ان پر قلم اٹھائین اور مسلمانون کی ذریت کو اس برے اثر سے بچانے کی کوشش کرین جو ایسے مضامین سے پہونچ سکتا ہو۔ ہم ان لوگون کی نیت پر کوئی حملہ نہیں کرتے بلکہ ہمارا خیال ہے کہ وہ اسلام کی حمایت اور مسلمانونکی بہتری اور بہلائی کیلئے کوشش کرتے ہیں لیکن وہ کیا کرین معذور ہیں۔ مغربی فلسفہ اور سائنس کے اثر سے متاثر ہیں اور اسلام کے کمالات اور خوبیون پر انکو سلسلہ تصانیف کا سلسلہ موجود نہیں ہے اور جو موجود ہے (سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام کی تصنیفات) اسکی طرف انہیں باوجود آزاد خیال ہونے کے توجہ نہیں چونکہ یہ مضامین انگریزی میں شایع ہوئے اور ہو رہے ہیں اسلئے اگر ہم اپنے محترم معاصر **ریویو آف ریلیجنز** کو توجہ دلائین کہ وہ ان مضامین پر **پیپرز و مضامین** شایع کرے تو ہم حق بجانب ہیں اور کچھہ عجب نہیں کہ اس کے پیش نظر یہ مضامین ہون۔ بہرحال ہم انشاءاللہ عنقریب اس قسم

[1] فرض کرو مصر و شام میں پہلے حادثہ پر مسیح کو پناہ ملی تو دوسرے حادثہ سے بچائے جانے میں مادی کا ذکر کہان ہے

ب
(عهدة الامام عمر بن الخطاب)

الصادرة لصفرونيوس بطريك القدس الشريف فی ۲۰ ربيع الاول سنة ۱۵ الهجرة

"بسم الله الرحمن الرحيم"

الحمد لله الذی اعزنا بالاسلام واكرمنا بالايمان ورحمنا بنبيه محمد صلی الله عليه وسلم وهدانا من الضلالة وجمعنا به بعد الشتات والف قلوبنا ونصرنا علی الاعداء ومكن لنا من البلاد وجعلنا اخوانا متحابين واحمدوا الله عباد الله علی هذه النعمة۔ هذا كتاب عمر بن الخطاب لعهد وميثاق اعطی الی البطرك المبجل المكرم وهو صفرونيوس بطرك الملة الملكية فی طور الزيتون بمقام القدس الشريف فی الاشتمال علی الرعايا والقسوس والرهبان والراهبات حيث كانوا واين وجدوا يكون عليهم الامان۔ وان الذمی اذا حفظ احكام الذمة وجب له الامان والصون منا نحن المومنين ومن يتولی بعدنا وليقطع عنهم اسباب حوائجهم بحسب ما قد جری منهم من الطاعة والخضوع وليكن الامان عليهم وعلی كنائسهم وديارانهم وكافة زياراتهم التی بيدهم داخلاً وخارجاً وهی القمامة وبيت لحم مولد عيسی عليه السلام كنيسة الكبراء والمغارة ذات الثلاثة ابواب قبلی وشمالی وغربی وبقية اجناس النصاری الموجودين هناك وهم الكرج والحبش والذين ياتون للزيارة من القبط والافرنج والسريان والارمن والنساطرة واليعاقبة والموارنة تابعين البطرك المذكور۔ ويكون متقدماً عليهم۔ لانهم اعطوا من حضرة النبی الكريم والحبيب المرسل من الله وشرفوا بختم يده الكريم وامر بالنظر اليهم والامان عليهم۔ كذلك نحن المومنين نحسن اليهم اكراما لمن احسن اليهم۔ وليكونوا معافين من الجزية والخفارة والمواجب ومسلمين من البلايا كافة فی البر والبحور وفی دخولهم الی القمامة وبقية زياراتهم لا يوخذ منهم شی۔ واما الذين يقبلون الی زيارة القمامة فيودی النصرانی الی البطرك درهما وثلث من الفضة وكل مومن ومومنة يحفظ ما امرنا به سلطان او حاكم او وال يجری حكمه فی الارض غنی ام فقير من المسلمين المومنين والمومنات وقد اعطی لهم مرسومنا هذا بحضور جم الصحابة الكرام عبد الله وعثمان بن عفان وسعد بن زيد وعبد الرحمن بن عوف وبقية الاخوة الصحابة الكرام فليعتمد علی ما شرحنا فی كتابنا هذا ويعمل به ويبقی فی يدهم۔ وصلی الله تعالی علی سيدنا محمد وآله واصحابه والحمد لله رب العالمين حسبنا الله ونعم الوكيل فی عشرين من شهر ربيع الاول سنة ۱۵ للهجرة النبوية) وكل من قرا مرسومنا هذا من المومنين وخالفه من الآن والی الدين فليكن لعهد الله ناكثا ولرسوله الحبيب مبغضا۔

من قاموس الادارة والقضا۔ نقلا عن مجموعة منشآت سلاطين وفريدون بك۔ (الهلال)

ترجمہ۔ سب حمد اس خداوند تعالےٰ کو سزاوار ہے جس نے اسلام اور ایمان کی دولت سے ہم کو عزت دی اور سرفراز کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جمیلہ سے ہم پر رحم کیا اور ہم کو گمراہی سے نکالا اور پراگندگی سے ایک جا اکٹھا کیا اور ہمارے دلوں میں الفت ڈالدی اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد کی اور ہمیں ملک میں متمکن کیا اور ہم کو آپس میں دوست کر دیا۔

اے بندگان خداوند تعالےٰ کی اس نعمت عظمیٰ پر اُس کا شکر ادا کرو۔

یہ عہدنامہ از جانب عمر ابن خطاب ہے جو مکرم و معظم صفرنیوس بشاپ قدس شریف ساکن طور زیتون کیلئے اور رعایا اور پادریون اور راہب مردون اور عورتون کیلئے لکھا گیا ہے کہ وہ جہاں مقیم ہون ان کو ہماری طرف سے ہر قسم کے گزند و تکلیف سے مامون و محفوظ رکھنے کیلئے کوشش ہوگی اور ذمی جب احکام ذمہ یعنے عہدنامہ کی حفاظت کرے تو ہماری طرف سے اس کے مال و جان کے دشمنوں و دزدون اور راہزنوں سے حفاظت کرنی واجب و لازم ہے ہم اور ہم سے بعد کے حاکم اس امر کے ذمہ وار ہیں۔ اور جب اطاعت و انقیاد ان سے گزند کے اسباب منقطع کئے جاوین اور ان پر اور ان کے گرجون و گرجون اور زیارت گاہوں میں وہ جہاں ہون ہر جگہ امن و امان کے اسباب مہیا ہیں اور زیارت گاہوں سے مراد قبہ اور بیت لحم جہاں مولد عیسیٰ علیہ السلام ہے اور تین دروازہ والی شرقی و شمالی و مغربی والی غار ہے اور باقی نصاری جو ان مقامات میں موجود ہون اور رو و کرد اور حبشی اور قبطی اور فرنگی اور شامی اور ارمنی اور نسطوری اور یعقوبی وغیرہ اور بشاپ مذکور کے تابعدار ہیں اون پر امن مقدم ہونا چاہیے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ان کو امن ملا ہے اور ان کو آنحضرتؐ کے خاص دست مبارک کی مہر عطا ہوئی ہے اور آنحضرتؐ نے اُن کیلئے الطاف اور امن کی تاکید فرمائی ہے ایسا ہی ہم بھی اون کو امن و امان میں رکھنے کے ساعی ہیں اور ان سے بھلا کرینگے اور جو ان سے بھلائی و احسان کرے ہم بھی اس کے ساتھ احسان کرینگے اور جزیہ اور سواجب اون سے معاف رہیں اور جنگلون و دریاؤن میں بلاؤن و تکالیف سے اون کو مسلم و محفوظ رکھنے کی کوشش رہے قمامہ اور باقی زیارت گاہوں میں داخل ہونے سے ان سے کچھہ نہ لیا جاوے اور جو لوگ قمامہ کی زیارت کو آوین تو نصرانی بشاپ صاحب کو ایک درہم اور تین ردیہ دین ہر ایک مومن مرد [illegible] عورت ہمارے اس حکم کو محفوظ رکھین سلطان ہو یا حاکم ہو یا والی ہو نصاری کو ہماری یہ دستاویز ایک کثیر جماعت صحابہ کرام عبد اللہ و عثمان بن عفان و سعد بن زید و عبد الرحمن بن عوف اور بہت سے باقی صحابہ کے روبرو عطا کی گئی۔

جو کچھہ ہم نے اس عہدنامہ میں تشریح کر دی ہے اس کو معتبر سمجھکر اس پر مدام عمل کیا جاوے اور یہ عہدنامہ ان کے پاس رہے خداوند تعالےٰ کی رحمت و سلام ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلعم اور آنحضرتؐ کے آل و اصحاب پر نازل ہو اور حمد خداوند تعالےٰ پروردگار جہان کو سزاوار ہے خداوند تعالیٰ کافی اور اچھا وکیل ہے۔
(مورخہ ۲۰ ماہ ربیع الاول ۱۵ھ ہجرۃ النبویۃ)

جس مومن نے ہمارا یہ عہدنامہ پڑھکر مخالفت کی وہ خدا تعالیٰ کے عہدنامہ کا توڑنے والا اور اس کے رسول کا دشمن ٹھہرے گا۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

بخیال خویش خبطے دارد | یسوع مسیح کے اصلی اور حقیقی مشن کے خلاف (جو صرف اسرائیل کی گمشدہ بھیڑون کی تلاش تھا) عیسائیون کو یہ خواہش ہمیشہ رہی ہے کہ وہ اس گلہ کو خوب بڑہائین اور ہر مذہب و ملت کے لوگون کو عیسائی بناوین۔ عیسائی بنانے کے واسطے جن جن ترکیبون اور تدبیرون سے کام لیا جاتا ہے ان کا بیان کرنا یہان ضروری نہین بہرحال اس خیال یا خبط نے بعض اوقات عیسائیت کی اشاعت کے دلدادون کو عجیب و غریب نکتہ آفرینی کا موقع دیا ہے۔

کلکتہ کے بشپ ویلڈن صاحب کی تجاویز سے ہمارے ناظرین ناواقف نہین ہون گے جنہون نے گورنمنٹ کو سرکاری مدارس مین انجیل کی تعلیم لازمی کر دینے کی بیہودہ اور بدنام کن تجویز بتائی تہی اور ایسا ہی ناظرین الحکم کو یاد ہوگا کہ ہمارے متنزی مزاج لیفٹننٹ گورنر ہز آنر سر میکورتہ ینگ صاحب کے اس لیکچر کا مفہوم معلوم ہوگا جو آپ نے ولایت جاکر ایک مجمع میں دیا تہا جس میں غریب اور وفادار ہندوستانیون کی وفاداری کو عیسائی

ہونے کے ساتھ ہی مشروط قرار دیا گیا اور جس پر سر فیسل گریفن صاحب کو بڑی دہوان کار تقریر میں اسکی تردید کرنی پڑی تھی۔ بہرحال یہ خوش فکر لوگ ولایت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں حال ہی میں لارڈ ایڈیٹر صاحب نے لندن کے نامور اخبار ٹائمز میں برٹش گورنمنٹ کو عجیب و غریب صلاح دی ہے کہ تمام ہندوستان کو عیسائی بنایا جاوے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہندوستانیوں کی تفرقہ بازی دور ہوکر وہ سب کے سب ایک مذہبی رشتہ میں منسلک ہو جائیں گے۔ اور ہندوستان میں انگریزی راج کے استحکام کا موجب ہوں گے۔

اس پر بعض ہندو کا رقمطراز ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کو عیسائی مذہب کی اشاعت کی صلاح اس بنا پر دیگئی ہے کہ اس سے مختلف اقوام ہند ایک ہو جائیں گی مگر گورنمنٹ اس صلاح کو ہرگز نہیں مانے گی کیونکہ وہ ہندوستان میں ایسے مذہب کا نشو و نما گوارا نہیں کر سکتی جو یہاں کے مختلف گروہوں کو ایک بنا وے ہم اس خیال پر الحکم کی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ایک مبسوط نوٹ لکھیں گے۔

بقایا داران کیلئے ضروری اطلاع

ہر ہفتہ ہمیں ناگوار اطلاع شائع کرتے ہوئے ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک خریداران الحکم میں بہت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کے ذمہ نہ صرف سال رواں کا ہی چندہ واجب الادا ہے بلکہ پچھلا بقایا بھی موجود ہے

اور اگر کل بقایا کی فرد تیار کر کے پیش کیا جاوے تو قوم یہ سنکر حیران ہوگی کہ دو ہزار روپیہ کے قریب بقایا موجود ہے اور یہ ایسی رقم ہے کہ اگر ساری کی ساری وصول ہو جاوے تو کارخانہ الحکم کو ایک معقول اور بیش قیمت مدد ہو جاوے لیکن افسوس ہے کہ تحریری تقاضوں اور اخبار میں متواتر اطلاعوں کا کوئی مفید اثر ابھی تک نظر نہیں آیا اس لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ بعد اختتام مقدمات غالباً سال نو کے آغاز میں اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا۔ اور اسباب میسر آ جائیں تو ہم اپنا کوئی ایجنٹ مختلف مقامات پر روانہ کریں اس کے اس سفر کی غرض جہاں بقایا داروں سے بقایا وصول کرنا ہوگی وہاں وہ الحکم کی **توسیع اشاعت** کا کام بھی کریگا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ الحکم کی توسیع اشاعت کا خیال بہت ہی سست ہو رہا ہے اگرچہ ہم خوش ہو رہے ہیں کہ قوم میں اخبار بینی کا **مذاق** پیدا کرنے میں الحکم کو خدا کے فضل سے پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن اس **مذاق** کو موثر اور مفید بنانے کیلئے الحکم کی وسعت اشاعت کی ضرورت ہے۔ اور وہ مبنی ہے ان لوگوں کی مساعی پر جو الحکم کے سلسلہ فوائد کا تجربہ کر چکے ہیں۔ آخر میں پھر یاد دلایا جاتا ہے کہ بقایا داران بہت جلد اپنے مطالبات کو ادا کر دیں۔ کیونکہ آج کل سال کا آخری حصہ ہونے کی وجہ سے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ ایڈیٹر و منیجر

عام خبر کر دو کہ ماسٹر نبی بخش احمد مالک کارخانہ گرگوان لودہیانہ پنجاب دیسی کپڑے کے نمونے نئے و جدید جنتری معہ فہرست دیگر مال مفت بلکہ ٹکٹ لفافہ گردے لگا کر تقسیم کرتے ہیں

بکحکم ذیل کتابیں دفتر الحکم سے ملتی ہین مندرجہ

ازالہ اوہام ہر دو حصہ	عہ/
آریہ دہرم (رد آریہ)	۴/
ست بچن بابا نانک صاحب کے حالات اور دیانند کے اعتراضوں کا جواب	۱۰/
تقریر نماز پر اور وحدت وجود پر خط	۲/
حضرت اقدس کے تیس سال پرانے مضامین الہام۔ تناسخ۔ وید اور قرآن کے مقابلہ پر	۲/
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۲/
تفسیر سورہ تبت	۲/
فیصلہ آسمانی	۲/
تحذیر المومنین (فتوی کفر کا لطیف جواب)	۲/
تک تشک	۱/
شمس بازغہ (پیر گولڑی کا رد)	عہ/
سوا السبیل نمبر ۲	۱۰/
رد نسخ و شیعہ (از حکیم الامت)	۲/
الانذار۔ جلسہ طاعون کے حالات اور تقریرین	۴/
مسلمانوں کا خدا اور اس کے حضور میں دعا	۱/
برہان الحق (رد نصاری)	۳/
تفسیر القرآن **پارہ اول**	عہ/
رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء لاہور	عہ/
نمونہ قرآن مجید (موافق یسرنا القرآن)	۳/
فیض احمدی	-/
قصیدہ ضوابط الاسرار	-/
وفات مسیح پنجابی	۲/
اصلاح النظر (رد آریہ)	۲/
دعوۃ الحق نمبر ۱ و ۲	۱/
سلک مروارید عورتوں کیلئے اپنی طرز کا پہلا رسالہ	۴/
النصح (عید مومن کے خواص و نشانات)	۲/
نور القرآن جلد دوم (عیسائیوں کا عجیب رد)	۴/
برکات الدعا و اصول التفسیر	۲/

پورے سیٹ کے خریدار سے صرف آٹھ روپے علاوہ محصول ڈاک لئے جاوین گے۔

المشتہر

منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

لیڈی کرزن کی علالت ہفتہ رواں کا سب سے اہم واقعہ ہے اور اگر یہ بھی کہدیا جاوے کہ اس علالت کی تشویش نے جنگ روس و جاپان کی دلچسپی کو پیچھے ڈالدیا۔ تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ آخری تار برقیوں کے مطابق مریضہ کی حالت میں کسی قدر افاقہ ہوا ہے لیکن اتنا نہیں کہ مریضہ کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ اب وہ خطرہ سے نکل گئیں۔ لارڈ کرزن ہر وقت مریضہ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ صرف ۲۸ ستمبر شام کو تھوڑی دیر کیلئے سیر کو باہر گئے تھے تشویش و اضطراب کا یہ عالم ہے کہ ان کا چہرہ بیماروں سے زیادہ زرد و ضعیف معلوم دیتا ہے سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا کہ لارڈ کرزن کا سفر ہند بوجہ علالت لیڈی کرزن ملتوی ہو گیا۔ اور فی الحال انکی روانگی کی تاریخ مقرر نہیں کی جا سکتی ؎

قرآنی صداقت اور عیسائیوں کی جہالت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

[illegible] انصاف [illegible] اسلام [illegible] آیت ۳ [illegible] بیان اور [illegible] دوسری [illegible] آیت [illegible] سے باپ [illegible] میں جا لیا [illegible] خداوند تعالے [illegible] تمام [illegible] نشان [illegible] اس قصہ [illegible] ان وے [illegible] خط [illegible] اس اور [illegible] تمام توریت میں [illegible] طرف [illegible] **چوتھی روایت** [illegible] انجیل [illegible] کی بابت [illegible] تمام عہد [illegible] بھی [illegible] تو [illegible] کبول لیکر [illegible] قصہ جات انجیل [illegible] زبان کیوں بند ہوگئی دیکھئے آپ کی بزرگ پادری فنڈر صاحب آپکی مشکل کشائی کیلئے کیا انصاف کے ساتھ عہد قاعدہ مقرر کرتے اپنی کتاب حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۴۷ء جلد اول کے صفحہ ۵۵ سطر ۵ میں فرماتے [illegible] سب بات [illegible] داخل [illegible] اور [illegible] انجیل [illegible] ۹ و ۱۳ - ایوب میں [illegible] مسطور [illegible] بائی جاتی ہے [illegible] اسرائیل [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام کا قصہ بیلی

کتابوں میں درج ہو تو کیا حرج ہے کیونکہ آپکے بزرگ پادری فنڈر نے قبول کر لیا ہے کہ ہر نبی نے اپنی سب باتیں اپنی کتاب میں داخل نہیں کیں۔ اور یہ بھی مان لیا ہے کہ کوئی ایک بات تواتر سے پچھلے نبیوں اور حواریوں کو پہنچی ہو اب ہوسکتا ہے کہ قصہ حضرت عزیز علیہ السلام کا یہود میں تواتر سے مشہور ہو کسی نبی کی کتاب میں بیان نہ ہوا ہو۔ یا یہودی تو سے دشمن اسلام کے اپنے بڑوں کے عقاید سے جو اکثر قلیل یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ عزیز خدا کا بیٹا ہے جھوٹ بولکر یا بعد اپنے بڑوں کے دہو کہ دیتے ہوں تو جائے تعجب نہیں۔ **قولہ** دوسرا جز تو البتہ صحیح ہے کہ تمام عیسائی یسوع مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں بلکہ اپنا پیارا نجات دہندہ اور نجات دہندہ مانتے ہیں صرف مانتے ہی نہیں بلکہ ہزارہا ہزار اور لاکھا لاکھ نے اپنی جانوں کو اسکی محبت میں محو ہوکر اس پر سے تصدق و قربان کر ڈالا **جواب**

ہزارہا ہزار اور لاکہا لاکہ عیسائیوں کا مسیح کی محبت میں اپنی جانیں قربان کرنا یہ تو سراسر تحکم ہے۔ کیا ہزارہا ہزار اور لاکہا لاکہ عیسائی مسیح پر اپنی جانیں قربان کرنیوالے مسیح کی صحبت یافتہ حواریوں سے غیرت ایمانی میں کچھ زیادہ تھے دیکھو خاص حواری اول تو مسیح کو تنہا چھوڑ کر گتسمنی باغ سے بہاگ ہی گئے تھے انجیل مرقس باب ۱۴ - آیت ۵۰ اس پر شاہد ہے اور سیان پطرس جان کے خوف سے جھوٹی قسمیں کہاکر اور مسیح پر لعنت کرکے مسیح کی نبوت یا بقول شما الوہیت سے روگردان ہوگیا تھا کیا یہ ہزارہا ہزار اور لاکہا لاکہ عیسائی بقول آپکے مسیح پر جانیں قربان کرنیوالے پطرس حواری سے بڑہے ہوئے تھے افسوس آپکی عقل پر کجا مسیح کے خاص شاگرد اور صحبت یافتہ اور کجا زر سیم و دینار کے بندے عام عیسائیوں کا مرتبہ حواریوں سے زیادہ تصور کرنا آپ جیسوں کمزور عیسائیوں کا کام ہے **قولہ** یہی معلوم ہوو سے انجیل جلیل میں ابن اللہ ہونا بہت صاف طور سے اپنے حقیقی یسوع مسیح نے ثابت کر دیا کہ جسمیں ذرا حجت نہیں اور نہ مجال کلام ہے کہ چون تک زبان پر لاسکے

جواب - ابن اللہ ہونا دیگر بندگان کا تو آپکے خود مسیح نے اپنی زبان سے فرما دیا ہے انجیل متی باب ۵ آیت ۹ - مبارک وے جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاوینگے - خداکی فرزندی میں مسیح کی کیا خصوصیت ہے حضرت یعقوب خدا کا اکلوتا فرزند خروج باب ۴ آیت ۲۲ - حضرت داؤد خدا کا پہلوٹھا بیٹا زبور ۸۹ - آیت ۲۷ - جابجا انصاف ہے کہ جب ابن صدیقا خدا کے بیٹے بائیبل میں مرقوم ہیں بلحاظ مسیح بھی ہیں یہ اسوقت کا عام محاورہ تہا کہ اکثر بزرگان دین کو خدا کے بیٹے کہکر

خطاب خداکی طرف سے عطا ہوا کرتا تہا مگر یہ محاورہ قرآن نے موقوف کر دیا کیونکہ اسمیں ایک قسم کے شرک کا وہم تہا۔ **قولہ** اس مقام پر یہی یاد رہے کہ مسیح یسوع ابن اللہ محمد صاحب کے معنوں کے موافق نہیں کیونکہ وے تو اسکی اصل ماہیت کو نہیں سمجھے اور نہ انہیں سمجھنے کا مادہ ہی تہا صرف مجازی معنے سمجھکر تناقض بالخیر کر دیا۔ جیسا کہ ہم گذشتہ بیانات میں ذکر کر آئے ہیں اعلیٰ اور حقیقی معنے ان کے خیال شریف میں نہیں آئے ہیں اس لئے میرے قرآنی بہائیو سنا ہے کہ ابن اللہ کے حقیقی معنے سمجھو تاکہ تمہاری ضمیریں ضلالت کو چھوڑ کر روشنی میں شاد ہوں۔ **جواب** - اس مقام پر یہ بھی یاد رہے کہ مسیح ابن اللہ حقیقی معنوں سے نہیں ہے حقیقی فرزند خدا سے یا باپ کے نطفے سے پیدا ہو کیونکہ اس بات کو عیسائی بھی نہیں مانتے [illegible] عام بندگان خداکی طرح جن کا بائیبل میں جابجا ذکر مذکور ہے مسیح بھی ہوں گے اور عیسائی بے سمجھے اسی خدا کے عاجز بندے مسیح ابن مریم کو ناحق خدا بناتے ہیں کیا عیسائیوں نے انجیل میں نہیں پڑہا کہ مخالفین کے منہ پر تہوکا اور کانٹوں کا تاج بناکر اس کے سر پر رکھ کر تمسخر کیا اے عیسائیوں تم و تمہارا خدا کمبخت یہودیوں میں نہیں آڑ رہا جاتا۔ بخط کلیسون باب ۲۷ آیت ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں مجھے اکیلا چھوڑا یہ کلمات کہتے چیخ چلاتے دار فانی سے بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کوچ کر گئے۔ اب عیسائی حزقیل باب ۲۸ آیت ۹ کی عبارت پڑہکر مسیح کی فرضی خدائی سے جلدی توبہ کریں اور وہ یہ ہے کیا تو اس کے آگے جو تجھے قتل کریگا پھر کہیگا کہ میں الہ ہوں لیکن تو اپنے قتل کرنیوالے کے ہاتہ میں الہ نہیں بلکہ انسان ٹہریگا۔ کیا اس آیت کے بموجب مسیح یہود اپنے قاتلوں کے سامنے دعوے خدائی کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں جب مسیح اپنے قاتلان یہودوں کا خدا ثابت نہ ہوا تو مسیح کی خدائی کا قائل ہونا عیسائیوں کا یہودیوں کی نظر میں ذلیل ہونا ہے۔ **قولہ** - دیکھو محمد صاحب نے اپنی سمجھ کی خوبی و صفائی بیان تک ہی نہیں دکہائی بلکہ الزام کی طغیانی کو حد درجہ تک پہنچا دیا جیسا کہ اس قرآنی آیت سے واضح ہو رہا ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۝ ترجمہ پکڑا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اپنا سوائے اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور حکم یہی ہوا تہا کہ بندگی کریں ایک معبود کی۔ لاریب فیہ یہ الزام

تو محمد صاحب کا بالکل بے موقع ہے اور عناد قبیل ظاہر کیونکہ یہودی اور عیسائی اپنے عالموں اور درویشوں کو دنیا پرور دگار ہرگز نہیں مانتے تھے بلکہ وے تو اپنے سچے معبود کی بندگی اور عبادت بجالاتے تھے۔

جواب - تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی مطبوعہ استنبول جلد چوتہی کے صفحہ ۳۴۳ میں اس آیت کی شرح میں لکہا ہے کہ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے یہ مراد نہیں کہ یہود اور نصاریٰ سے اپنے مولویوں اور درویشوں کی بیچ امر اور نہی انکی تقلید کی ہے کہ تحقیق عدی بن حاتم شا نصرانی پس آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور پیغمبر خدا اسوقت تلاوت کرتے تھے [illegible] جب پہنچے اس آیت تک تو کہا عدی بن حاتم نے [illegible] علیہ السلام [illegible] پرستش [illegible] انکی [illegible] اپنے عالموں اور درویشوں کی [illegible] تم اس چیز کو کہ حلال کیا ہے [illegible] اس کو حرام مانتے تھے تم بھی اس کو اور حلال کرتے [illegible] حرام [illegible] اللہ نے پس حلال جانتے تھے تم بھی اس کو پس کہا عدی نے ہاں پس فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے یہی پرستش انکی۔ اب ہم اس حدیث شریف کی تشریح کیلئے علماء نصاریٰ کا خدا کے حرام کردہ کو حلال قرار دینا بیان کرتے دیکھو کتاب الحبار باب ۱۱ - آیت ۷ - میں بحکم خداوند تعالے سور کا قطعی حرام ہونا یوں بیان ہوا ہے کہ سور کہ اس کا [illegible] ہوتا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی ناپاک ہے تمہارے لئے تم ان کے گوشت [illegible] نہ کہیو اور نہ انکی لاشوں کو چہیو کیونکہ یہ ناپاک ہیں تمہارے لئے۔ اور کتاب استثناء باب ۱۴ - آیت ۸ - اور کتاب یسعیاہ باب ۶۵ - آیت ۴ - کتاب یسعیاہ ایضاً باب ۶۶ - آیت ۱۷ - میں بھی سور کا حرام ہونا مذکور ہے۔ اب اس حرام خداوندی کو بلادلیل علماء نصاریٰ نے حلال کر دیا - دیکھو پادری عمادالدین کی کتاب نغز طنبوری مطبوعہ آفتاب پنجاب کے صفحہ ۱۰۰ سطر ۱۴ میں لکہا ہے کہ سور کا گوشت نہ حرام ہے نہ نجس بلکہ جیسے بکری بہیڑ کا گوشت پاک ہے ایسے ہی وہ بہی ایک گوشت ہے جس کا جی چاہے کہائے جس کا دل چاہے نہ کہائے کیوں میرے مکاشفاتی بہائی حرام و حلال کی حدیں مقرر کرنا اور ہدایت بندگان کیلئے قانون شرعی اپنے انبیاء پاک کی معرفت تجویز کرنا یہ منصب خداوند تعالیٰ ہی کی ذات پاک کا خاصہ ہے۔ خدائی منصب میں کسی بشر کا دخل دینا اور اس دخل کو عام بندگان کا منظور کرنا گویا اس دخل دینیوالے

لتشر کو خدا ٹھہرانا ہے اور یہی منشاء ہے آیت شریف مذکورہ بالا کا۔ اب مین مکاشفات بہائی اور دیگر عیسائیون سے دریافت کرتا ہون کہ سور کا حرام ہونا کلام الٰہی سے ثابت ہے اور کسی چیز کا حرام یا حلال ٹھہرانا یہ منصب اور کام خداوند تعالےٰ کا ہے۔ پادری عماد الدین نے منصب اور کام خداوندی مین دخل دیکر محض اپنے دل کے بناوٹ سے خدا کے حرام کردہ اور نجس جانور سور کو حلال اور پاک مثل بھیڑ بکری کے ٹھہرانا بیشک خدائی ہمسری کا دعوے ہے اور اس پر عیسائیون کا سکوت کرنا اور سور کو پادری عماد الدین کے کہنے کے موجب حلال اور پاک جاننا لاریب فیہ اربابًا من دون اللہ کا مصداق بننا ہے کیا عیسائیون نے پادری عماد الدین سے کبھی سوال کیا کہ جناب پادری عماد الدین تمنے خداوند تعالےٰ کے حرام کردہ سور کو حلال جو بنایا ہے تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا حضرت عیسیٰ نے کہین انجیل مین سور کو حلال ٹھہرایا ہے یا حواریون نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اسکا جواب پادری عماد الدین سوائے نفی کے کچھ نہین دے سکتا کیونکہ ان پر اور عیسائیون [illegible]

[illegible]

جواب [illegible]

اسلام پر جہاد کا الزام لگانا [illegible] یشوع بن نون اور حضرت داؤد علیہم السلام کی لڑائیون پر نظر کی ہوتی خیر اب آپ کے اس فقرات کا جواب دیتا ہون کہ اوائل اسلام مین اہل کتاب پر جہاد جائز نہ رکھا گیا تھا اب چونکہ مخالفت کا بازار گرم ہو گیا تھا اس لیے کسی نہ کسی بہانہ سے دل بے قرار کو قتل کے ذریعہ سے ٹھنڈا کیا چاہتے ہین۔

حضرت من آپ کے فرضی خدا یسوع اوائل مین تو یہ ہی کہتے تھے کہ مبارک وہ جو صلح کرنیوالے ہین کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلائین گے ۔۔۔ جب مخالفت کا بازار گرم ہو گیا تو پھر یون حکم صادر ہونے لگا کہ یہ مت خیال کرو کہ مین زمین پر صلح کرانے آیا صلح کرانے نہین بلکہ تلوار چلانے آیا ہون۔ متی ۳۴ تلوار چلانے کا شوق یہانتک آپ کے فرضی خدا کا زور پکڑ گیا تھا جو اس عشق مین بے تاب ہو بول اٹھے کہ جس پاس نہین ہو اپنے کپڑے فروخت کرکے تلوار خریدے انجیل لوقا ۲۲ پھر یہ نہین کہ تلوارین خرید کر خاموش ہی رہے ہون بلکہ فرمایا کہ میرے ان دشمنون کو جنہون نے نہ چاہا کہ مین ان پر بادشاہی کرون یہان لاؤ اور میرے سامنے قتل کرو انجیل لوقا ۱۹ [illegible]

[illegible]

اون کے الدین سے چھین کر دین عیسوی [illegible] کرین اور اس مجلس سے یہ قانون بھی مقرر ہوا کہ [illegible] اور ان سے [illegible] مذکور کے صفحہ ۳۰ مین لکھا ہے کہ امریکہ [illegible] جب وہان عیسائی سلطنت [illegible] شریک مین [illegible]

[illegible]

جاتے [illegible] لکھا [illegible] پروٹسٹنٹ لوگ [illegible] تو انہون نے ۱۵۹۲ء مین پروٹسٹنٹ بنا لیکے۔ شکنجہ۔ پھانسی بلند اتارنا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اسطرح کی ظلم کام مین لاکر انگلینڈ والون کو پروٹسٹنٹ بنایا۔ شکنجہ مین لانا اور سخت بےرحمی سے مارنا اور ہزارون ہی جورو جبر تھا اسکا مفصل بیان دیکھو بکل ہسٹری جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ سے ۳۴۶ تک دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

سکین الدین

مذاہب عالم

دیانہ سکان زیلانڈ الجدیدہ

یعنے نو دریافت شدہ زیلانڈ کے باشندگان کے عقائد و رسومات

جدید زیلانڈ مشرقی آسٹریلیا و تسمانیا سے جنوب کی طرف ایک بڑا جزیرہ ہے جس کو ۱۶۴۲ء مین مسمی تسمان باشندہ آسٹریا نے دریافت کیا تھا اور پھر ۱۷۶۹ء مین مسٹر کوک اس جزیرہ مین وارد ہوا اور ایک سال تک وہان رہکے باشندون کے اخلاق و عادات وغیرہ [illegible]

[illegible]

اونکا اعتقاد [illegible] کہ ہمارے آباؤ اجداد کے ارواح پرندون کے اجسام مین ہو کر ہمارا [illegible] کرتے ہین۔

وہ جملہ موجودات مافوق الطبیعۃ کو لفظ الٹو سے تعبیر کرتے ہین اور اپنے بزرگون کی ارواح کو بھی الٹو ہی کہتے ہین

بعض سیاحون نے زیلانڈیون کے دیوتا نہ اعتقادات بیان کیے ہین جو بعض امور مین یونانیون سے مشابہ ہین زیلانڈیون کا اعتقاد ہے کہ [illegible] آسمان و زمین نے اول چھے دیوتے پیدا کیے ہین ان کے نزدیک وہی چھے مشرف در امور طبعیہ ہین۔ اول دیوتا آدمیون اور جنگون کا ہے دوسرا دیوتا رزق بلاکشت و درو کا مولی ہے تیسرا دیوتا آبی جانورون کا خالق ہے چوتھا دیوتا ہواؤن و آندھیون و بادلون کا خالق ہے پانچوان دیوتا کشت و درو کے اسباب رزق مہیا کر دینے کا خالق ہے چھٹا دیوتا ہوام ارضی و پرند سماوی کا خالق ہے۔ ان کا گمان ہے کہ ابتدا زمین و آسمان متصل و متحد تھے یعنے باہم ملے ہوئے تھے۔ دیوتاؤن مین تنازعہ ہو گیا اس لیے زمین و آسمان جدا ہو گئے۔

زیلانڈیون کا اعتقاد ہے کہ ارواح کیلئے اجسام سے الگ ہونے کے بعد دو مقام رانجی یعنی فضا اور رنجا یعنی سمندر ہین۔ ان کا خیال ہے کہ باطنی بیماریون و امراض کے باعث جادوگر ہوتے ہین اور وہ تعویذات و جھاڑ پھونک سے دفع ہو جاتی ہین

ان کا اعتقاد ہے کہ انسان کو زندگی مین ہی گناہ کی سزا مل جاتی ہے اور یہ عذاب سابقہ دیوتے بھیجا کرتے ہین۔

اہل زیلانڈ حکام و کاہنون کی یکسان تعظیم و تکریم کرتے ہین اکثر کاہن منصب قضا و انصاف پر ہوتے ہین۔ کاہن کے منصبی کام [illegible] اول قوانین تابو یعنے لوگون کو حلال و حرام بتانے اور بیمارون کو شفا دیوے اور [illegible] وغیرہ مین حاضر ہو اور [illegible] اور موقعہ جنگ پر مشورہ دینے اور شگون و فال بتانے اور مردون کو بلائی [illegible] کہا ہے کہ اہل زیلانڈ مردہ کو دفن نہیں کرتے بلکہ دریا مین پھینک دیتے ہین اور حکام و کاہنون کی لاشون کو بوری یا چٹائی مین لپیٹ کر صندوق مین ڈالدیتے اور ایک طرف سے اسکو سوراخ رکھتے اور [illegible] کسی درخت پر لٹکا دیتے ہین۔

موجودہ اقوام جو بعض جزائر مین اپنے امراء و رؤسا کی پرستش کرتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین خداوند تعالیٰ کیطرف سے [illegible] رسل مبعوث ہوئے ہین اور جو عظمت الٰہی لوگون کے دلون مین مرسلون کے ذریعہ سے [illegible] کے باعث وہ دلون سے مفقود ہو گئی اور اسکی جگہ بتدریج امراء و رؤسا و علماء کی عظمت نے گھر بنا لیا۔ دور نہ جاؤ مسیح علیہ السلام بھی رسل الٰہی تھے وہ عظمت و توحید ایزدی کو دلون مین قائم کرنے کیلئے آئے تھے اب نصاریٰ کے دلون مین بجائے اس کے مسیح کی عظمت نے یہانتک گھر کیا ہے کہ اس کو ان نادان دوستون نے ابن خدا بلکہ خدائی کا لقب دیا ہے۔

الغرض ہم نے زمین کے جس قطعہ کے لوگون کا احوال مطالعہ کیا اون سے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر کی تصدیق ہوتی ہے یعنی ہر ایک گروہ مین خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور و مرسل ہو گذرے ہین۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا